اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

محمد عبد الحکیم شرف قادری

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استعانت

انسان طبعی طور پر اپنی بقا اور زندگی گزارنے میں مخلوقِ خدا کی امداد کا محتاج واقع ہوا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں کسی بھی مخلوق کی امداد کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں، تو اسے یہی مشورہ دیا جائے گا کہ آپ موجودہ دور کی مہذب اور متمدن زندگی کو خیر باد کہہ کر پتھر اور غاروں کے دور میں چلے جائیے، جہاں نہ لباس سے غرض ہے نہ عمارت سے، نہ سواری میسر ہے اور نہ ہی زندگی کی دیگر سہولتوں کا تصور ہے۔

یاد رہے کہ کارسازِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے جو بھی کسی کی امداد کرتا ہے، وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں از خود، عطائے الٰہی کے بغیر کسی کی امداد کر دوں، تو یہ ممکن نہیں ہے اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ از خود امداد کر سکتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا عقیدۂ استمداد

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے، یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا

سے استمداد کرے یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرّہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو بالیقین تمام وہابی صاحب روزانہ اپنی عورتوں، بچوّں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اُٹھا دے یا کھانا پکا دے سب قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شُبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں، یعنی مَظہرِ عون الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا' اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی؟" [1]

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی محتاج نہیں ہے، شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطائے الٰہی کا مظہر اور وسیلۂ رحمتِ باری تعالیٰ ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استعانت اور توسُّل ایک ہی شے ہے

اللہ تعالیٰ مقصودِ اصلی ہے، اسے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اشیاء، خواہ وہ ذوات ہوں یا اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان سے استعانت بھی جائز ہے، کیونکہ توسّل اور استعانت اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں، لیکن ان کی مراد ایک ہی ہے۔ امام علامہ تقی الدّین سبکی فرماتے ہیں:

واذ قد تحررت هذه الانواع والاحوال فی الطلب من النبی صلی الله علیه وسلم وظهر المعنی فلا علیك فی تسمیته توسلا او تشفعا او استغاثة او تجوها

[1] احمد رضا بریلوی، امام: برکات الامداد (رضوی کتب خانہ، بریلی) ص ۲۹ - ۲۸

او توجها لان المعنی فی جمیع ذالك سواء۔ [1]

"جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی شے کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہو گیا اور مطلب ظاہر ہو گیا تو اب تم اس طلب کو توسل کہو، یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوّہ یا توجّہ کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔"

اقسامِ نسبت

علماءِ معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) حقیقتِ عقلیہ (۲) مجازِ عقلی

حقیقتِ عقلیہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بہ ظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہو جیسے "اَنۡبَتَ اللّٰہُ الۡبَقۡلَ" (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا) سبزہ اُگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب اس کی نسبت اس ذاتِ قدوس کی طرف کی جائے گی، تو اُسے حقیقتِ عقلیہ کہا جائے گا۔

مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل جس کی صفت ہے، اس کی بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فعل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کر دی جائے، مثلاً "بَنَی الۡاَمِیۡرُ الۡمَدِیۡنَۃَ" (امیر نے شہر بنایا) حقیقۃً شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چونکہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا ہے، اس لیے مجازاً تعمیر کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے۔

---

[1] تقی الدین السبکی، الامام، شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۷۵

(ب) علامہ قسطلانی، مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی (المقصد العاشر) ج ۸، ص ۳۶

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگا اور کبھی معنوی۔ علامتِ معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی "احوال الاسناد الخبری" میں فرماتے ہیں:

وَاَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ فَمِثْلُ ھٰذَا الْکَلَامِ اِذَا صَدَرَ عَنِ الْمُوَحِّدِ یُحْکَمُ بِاَنَّ اِسْنَادَہٗ مَجَازٌ لِاَنَّ الْمُوَحِّدَ لَا یَعْتَقِدُ اَنَّہٗ اِلٰی مَا ھُوَ لَہٗ۔[1]

"جب موحد سے "اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ" (موسمِ بہار نے سبزہ اگایا) ایسا کلام صادر ہوگا، تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے، کیونکہ موحّد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی صفت ہے۔ جبکہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا، تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔"

یہی علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

فَھٰذَا الْاِسْنَادُ وَاِنْ کَانَ اِلٰی غَیْرِ مَا ھُوَ لَہٗ لٰکِنْ لَاتَاَوُّلَ فِیْہِ لِاَنَّہٗ مُرَادُہٗ وَمُعْتَقَدُہٗ وَکَذَا شَفَی الطَّبِیْبُ الْمَرِیْضَ۔[2]

"کافر نے کہا موسمِ بہار نے سبزہ اگایا) یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے کہ اگانا اس کی صفت ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے، لیکن اس میں علامت نہیں ہے (حتّٰی کہ اسے مجاز کہا جا سکے) کیونکہ یہ تو اس کی مراد ہے اور اس کا عقیدہ ہے، اسی طرح یہ کہنا طبیب نے مریض کو شفا دی۔"

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی، تو یہ حقیقت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہی بات اگر مومن نے کہی، تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا اور اس

---

[1] مسعود بن عمر، الملقب سعد الدین التفتازانی، المطول (کتب خانہ رشیدیہ، دہلی) ص ۱۰۶

[2] ایضاً " " " " " " " ص ۹۹

کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لیے کر رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لیے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طبیب نے شفا دی ہے، شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس گفتگو پر غور کر لینے سے مسئلۂ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارسازِ حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان امور کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف مجازِ عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و اُو را مظہرِ عونِ الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و اُو را یکے از مظاہرِ عون دانستہ و نظر بکارِ خانۂ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دُور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر۔[1]
>
> "اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے تو یہ راہِ معرفت سے دُور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے۔ اس قسم کی

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی: تفسیر عزیزی (افغانی دار الکتب، دہلی)، ج ۱، ص ۸

استعانت انبیاء و اولیاء نے غیر سے کی ہے۔ درحقیقت استعانت کی قسم غیر سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔"

مشہور اہل حدیث عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں،

وضابطته ان الامور التی کانت تطلب من الانبیاء والصلحاء حال کونهم احیاء مثل الدعاء او الاستشفاع فطلبها منهم بعد موتهم لایکون شرکا اکبر والامور التی هی مختصة بالله وکانت لاتطلب منهم وهم احیاء فطلبها منهم بعد ان ماتوا یکون شرکاء کما کان طلبها عنهم وهم احیاء شرکا الا ان یکون الاسناد مجازیا کمافی قول عیسیٰ واُحیِ الموتیٰ باذن الله صرح بذالك شیخ الاسلام فی بعض فتاواه۔ [1]

"اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو امور انبیاء و اولیاء سے ان کی زندگی میں طلب کیے جاتے تھے، مثلاً دُعا اور شفاعت وہ ان کے وصال کے بعد طلب کرنا شرک اکبر نہیں ہوگا اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان حضرات کی زندگی میں ان سے طلب نہیں کیے جاتے تھے، ایسے امور کا ان سے ان کی وفات کے بعد طلب کرنا شرک ہے جیسے ان امور کا ان کی زندگی میں طلب کرنا شرک ہے، البتہ مجازاً نسبت ہو سکتی ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں" شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے۔"

مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب مزید لکھتے ہیں،

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۹-۱۸

وَكَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ فَاَسْنَدَ الْخَلْقَ وَالْاِبْرَاءَ اِلٰى عِيْسٰى مَجَازًا فَلَوْ طَلَبَ اَحَدٌ مِّنْ عِيْسٰى رُوْحِ اللّٰهِ اَنْ يُّحْيِيَ مَيِّتًا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَكُوْنُ شِرْكًا اَكْبَرَ وَكَذٰلِكَ لَوْ طَلَبَ اَحَدٌ مِّنْ وَلِيٍّ حَيٍّ اَوْ مِنْ رُوْحِ نَبِيٍّ اَوْ صَالِحٍ اَنْ يَّهَبَ لَهُ الْاَوْلَادَ اَوْ يَشْفِيَهٗ مِنْ مَّرَضٍ اَوْ يَدْفَعَ عَنْهُ سُوْءً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاَمْرِهٖ فَهٰذَا لَا يَكُوْنُ شِرْكًا اَكْبَرَ۔ [1]

”اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردے کو زندہ کریں تو یہ شرکِ اکبر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی رُوح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کردیں، تو یہ شرکِ اکبر نہ ہوگا۔“

قولِ فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ انبیاء و اولیاء سے حصولِ مقاصد کی درخواست کرنا شرک و کفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

---

[1] وحید الزماں، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ۱۹

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو احسن اور اولیٰ بھی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء واولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے یا بارگاہِ انبیاء واولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے اور حاجتیں برلائے۔ اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

استعانت اور قرآن

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور صحابہ کرام نے بوقتِ ضرورت مخلوقِ خدا سے مدد طلب کی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔ [۱]

"اے ایمان والو! دینِ خدا کے مددگار ہو، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہوکر میری مدد کریں۔ حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں سے اپنے دین کی مدد طلب کی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد طلب کی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام نُصرتیں بلاواسطہ نازل فرمادیتا، لیکن اس کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ کارخانۂ قدرت کا انتظام مختلف اسباب اور وسائل سے وابستہ کر رکھا ہے اس کا اس آیت میں اظہار ہے۔

---

[۱] پ ۲۸ - الصف ۶۱ - آیۃ ۱۴

۲- یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ [1]

"اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے، اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔"

اس آیت میں وہ کارساز بے نیاز مومنوں سے دین کی مدد طلب فرماتا ہے، اور مومنوں کو سرفرازی حاصل کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

۳- قَالَ مَا مَکَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ۔ [2]

"کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا، بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو۔" (سکندر ذوالقرنین کا مقولہ)

۴- قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ [3]

"یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔"

زمین کے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی، بلکہ بادشاہِ وقت کو کہا گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کیا تھا؟

۵- قَالَ یَا اَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ٥ [4]

"سلیمان نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اُس کا تخت میرے

---

[1] پ ۲۶ محمد ۴۷ آیت ۶

[2] پ ۱۶ الکہف ۱۸ آیت ۹۵

[3] پ ۱۳ یوسف ۱۲ آیت ۵۵

[4] پ ۱۹ النمل ۱۶ آیت ۳۸

پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت

اس سلسلے میں احادیث کا تتبع کیا جائے، تو وہ خاصا ذخیرہ فراہم ہو سکتا ہے۔ اس جگہ صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوَغَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)[1]

"حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارا کرتا تھا، آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں (مسواک وغیرہ) پیش کیں، تو آپ نے فرمایا مانگ، میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ؟ عرض کیا میری مراد صرف یہی ہے۔ فرمایا تو میری امداد کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے"

غور کیجئے! حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں اپنی دلی مراد کا سوال پیش کر رہے ہیں، جواباً حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں منع نہیں فرماتے کہ تم مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو، جنت چاہیے تو خدا سے مانگو، میں کون ہوتا ہوں جنت دینے والا، بلکہ اُن سے وعدہ فرمایا جاتا ہے، ان سے مدد طلب کی جاتی ہے کہ سجدے کثرت سے ادا کرو، جنت میں تمہیں میری رفاقت عطا کر دی جائے گی۔

---

[1] شیخ ولی الدین الخطیب: مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۸۲

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں :

وَيُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْاَمْرَ بِالسُّؤَالِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَكَّنَهٗ مِنْ اِعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَذَكَرَ ابْنُ سَبُعٍ فِیْ خَصَائِصِهٖ وَ غَيْرُهٗ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَقْطَعَهٗ اَرْضَ الْجَنَّةِ يُعْطِیْ مِنْهَا مَاشَاءَ لِمَنْ شَاءَ۔[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلق فرمایا کہ مانگ (کسی چیز کی تخصیص نہیں کی)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ حق کے خزانوں میں سے جو چاہیں دیں۔ ابن سبع وغیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور کی جاگیر کر دی ہے، اس میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔"

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں :

از اطلاقِ ایں سوال کہ فرمود بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست و ہمتِ کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد وہر کرا خواہد باذنِ پروردگار خود بدہد[2]

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا وہرچہ می خواہی تمنا کن[3]

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری : المرقاۃ (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ج ۲، ص ۳۲۳

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب : مسک الختام شرح بلوغ المرام (مطبع نظامی کانپور) ج ۱، ص ۲۶

[3] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اشعۃ اللمعات (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۱، ص ۳۹۶

"مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور آپ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

- حضورا! دُنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا بعض ہیں
- اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے
تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے مانگ"

ایک طرف تو ان آیات و احادیث کو پیشِ نظر رکھیں، دوسری طرف عقل و خرد کی فرومائگی ملاحظہ ہو کہ کہنے والے یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں متعدد انبیاء اور عباد صالحین کا ذکر کیا ہے، انہیں اپنے مسائل، مشکلات اور پیش آمدہ حوادث میں استغاثہ، استعانت اور دُعا کی ضرورت پیش آئی، لیکن انہوں نے آدم سے نوح تک، ابراہیم سے موسیٰ تک، یونس سے خاتم النبیین اشرف المرسلین محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی سے مدد مانگی اور نہ ہی کسی کو پکارا، خواہ مغفرت کا مطالبہ ہو یا اولاد یا شفاء کا، ہلاکت کے مقامات سے نجات مطلوب ہو یا فقر و فاقہ اور قید وغیرہ سے رہائی یا مدد طلب کرنا انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کوئی واقعہ، کوئی حادثہ ایسا وارد نہیں ہوا کہ کسی نے اللہ کے سوا اللہ کے مقرّب بندوں اور منتخب اولیاء سے مدد مانگی ہو۔" (ترجمہ) [1]

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۶۳

ایک بار پھر مذکورہ بالا آیات اور حدیث شریف کا مطالعہ کر لیجیے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام تر چھپے دار وعظ و خطابت کا ایک نمونہ ہے جسے حقائق سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ پھر انبیاء کرام تو وہ ہستیاں ہیں، جن کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجتیں اور مرادیں پیش کی جاتی ہیں، وہ تو خود بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین ہیں، جو عرض کرنا چاہیں، براہِ راست عرض کر دیں، انہیں کسی واسطے اور وسیلے کی کیا ضرورت؟

نواب وحید الزمان اور مسئلہ استعانت

نواب صاحب غیر مقلدین کے مشہور عالم اور صحاح ستہ کے مترجم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" میں مسئلہ استعانت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں:

وَالْحَاصِلُ اَنَّ كُلَّ مَنِ اعْتَقَدَ فِيْ حَقِّ غَيْرِ اللهِ سَوَاءٌ كَانَ حَيًّا اَوْ مَيِّتًا اَنَّ لَهٗ قُدْرَةً ذَاتِيَّةً اَوْ مَوْهُوْبَةً مُفَوَّضَةً مِّنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ بِحَيْثُ لَا يَحْتَاجُ فِيْهَا اِلٰى اِذْنٍ جَدِيْدٍ مِّنْهُ فَهُوَ مُشْرِكٌ وَكُلُّ مَنْ يَّفْهَمُ غَيْرَ اللهِ اَنَّهٗ عَاجِزٌ بِالْكُلِّيَّةِ كَالْمَيِّتِ فِيْ يَدِ الْغَسَّالِ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اِلَّا اِذَا اَرَادَ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَيَبْغِيْ اَنْ يَّاْخُذَ هٰذَا الْعَمَلَ مِنْهُ فَيَعْمَلُ بِحُكْمِ اللهِ وَاِذْنِهٖ وَاِرَادَتِهٖ وَقَضَائِهٖ وَيَنْصُرُ وَيُغِيْثُ وَيَنْفَعُ وَيَضُرُّ كَذٰلِكَ فَهُوَ مُوَحِّدٌ لَيْسَ بِمُشْرِكٍ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْغَيْرُ حَيًّا اَوْ مَيِّتًا كَمَنْ فَهِمَ اَنَّ السَّقْمُوْنِيَا مُسْهِلٌ بِذَاتِهٖ اَوِ النَّارَ مُحْرِقَةٌ بِذَاتِهَا فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ عَلِمَ

اَنَّ اِسْتِعْمَالَ السُّقْمُوْنِيَا وَاِحْرَاقَ النَّارِ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَ اِذْنِہٖ وَاِرَادَتِہٖ فَھُوَ مُوَحِّدٌ لَیْسَ بِمُشْرِکٍ [۱]

"حاصل یہ کہ غیر اللہ زندہ ہو یا مُردہ، اس کے بارے میں جس شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی قدرت ذاتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کی قدرت اس طرح عطا کر دی ہے کہ اسے نئے اذن کی ضرورت نہیں، وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ غیر اللہ عاجز محض ہے جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں وہ خود کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور چاہے کہ اس سے یہ کام لے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت، اس کے ارادہ وقضا سے غیر اللہ نصرت و امداد کرے گا اور فائدہ و نقصان پہنچائے گا، تو ایسا شخص موحد ہے، مشرک نہیں ہے۔ خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مُردہ۔ یہ بعینہٖ ایسے ہے کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ خود بخود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے، تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست آور ہونا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے اذن و ارادہ سے ہے، تو وہ موحد ہے مشرک نہیں ہے۔"

یہی وہ عقیدہ ہے جو ہم اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے رسالہ مُبارکہ "برکات الاستمداد" سے نقل کر چکے ہیں کہ مخلوق کو بالذّات مفید اور مضر ماننا شرک ہے اللہ کریم کی عطا سے ماننا شرک نہیں ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں :

اِنَّ مَنِ اعْتَقَدَ فِیْ مَیِّتٍ مِنَ الْاَمْوَاتِ اَوْ حَیٍّ مِّنَ الْاَحْیَاءِ اَنَّہٗ یَنْفَعُہٗ اَوْ یَضُرُّہٗ اِسْتِقْلَالًا اَوْ مَعَ اللّٰہِ اَوْ نَادَاہُ اَوْ تَوَجَّہَ اِلَیْہِ اَوِ اسْتَغَاثَ بِہٖ فِیْ

---

[۱] وحید الزمان، نواب : ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۱۷

اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ لَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ الْمَخْلُوْقُ فَلَمْ یُخْلِصِ التَّوْحِیْدَ بَعْدُ وَلَا اَفْرَدَہٗ بِالْعِبَادَۃِ ۔ [1]

"جو شخص کسی زندہ یا مردہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اسے مستقل طور پر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر فائدہ یا نقصان دے سکتا ہے یا اس کی طرف متوجہ ہو یا ایسی چیز میں اس کی مدد مانگے، جس پر مخلوق قادر نہیں ہے، تو اس کی توحید خالص نہیں ہے اور نہ ہی وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ تین صورتوں میں شرک لازم آتا ہے:

۱۔ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے میں مستقل مانا جائے۔

۲۔ کسی کو مفید یا مضر ہونے میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔

۳۔ ایسے امور میں استعانت کی جائے، جن پر مخلوق کو قدرت نہیں ہے۔

اہل سنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مخلوق تو درمیان میں واسطہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر شرک کیسے لازم آگیا؟

اس پر نواب وحید الزمان تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس امام (شوکانی) کو دیکھو کہ غیر اللہ کے مفید یا مضر ہونے کے عقیدے کو شرکِ اکبر اس وقت قرار دیتے ہیں۔ جب اسے نفع و ضرر میں مستقل مانا جائے یا اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔ اسی طرح غیر اللہ کی نداء، اس کی طرف توجہ اور اس سے امداد کا طلب کرنا شرکِ اکبر اس وقت ہوگا، جب یہ استعانت ان امور میں ہو جو مخلوق کی قدرت میں نہیں ہیں۔"

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۹

فَعُلِمَ بَدَاهَةً اَنَّ النِّدَاءَ اَوِ التَّوَجُّهَ اَوِ الْاِسْتِغَاثَةَ فِیْ اُمُوْرٍ یَقْدِرُ عَلَیْهَا الْمَخْلُوْقُ اَوِ اعْتِقَادَ النَّفْعِ وَالضَّرِّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَحُکْمِهٖ وَاِرَادَتِهٖ لَیْسَ بِشِرْکٍ اَکْبَرَ [1]

"واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جو امور مخلوق کی قدرت میں ہیں، ان میں پکارنا، متوجہ ہونا یا مدد مانگنا یا غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے حکم اور ارادہ سے نفع و ضرر کا اعتقاد کرنا شرکِ اکبر نہیں ہے۔"

اب مبتدعینِ زمانہ کو کون سمجھائے کہ انبیاء و اولیاء سے مدد کی درخواست کرنے والا کوئی مسلمان ایسے امور میں استعانت نہیں کرتا جو مخلوق کی قدرت میں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی کو مفید یا مضر جانتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

وَلَیْسَ الْمُرَادُ نِسْبَةَ النَّبِیِّ (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اِلَی الْخَلْقِ وَالْاِسْتِقْلَالِ بِالْاَفْعَالِ هٰذَا لَا یَقْصُدُهٗ مُسْلِمٌ فَصَرْفُ الْکَلَامِ اِلَیْهِ وَمَنْعُهٗ مِنْ بَابِ التَّلْبِیْسِ فِی الدِّیْنِ وَالتَّشْوِیْشِ عَلٰی عَوَامِ الْمُوَحِّدِیْنَ۔ [2]

"یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان افعال کے خالق ہیں یا ان میں مستقل ہیں، یہ کسی بھی مسلمان کا مقصد نہیں، لہذا کلام کو اسی مطلب کی طرف پھیرنا اور اسے ممنوع قرار دینا دین میں فریب کاری ہے اور عوام موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۲۰

[2] تقی الدین السبکی، امام: شفاء السقام، ص ۱۷۵

نواب وحید الزمان صاحب استغاثہ مذکورہ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"صاحب جامع البیان نے اپنی تفسیر کی ابتداء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کی ہے۔ اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہو تو لازم آئے گا کہ صاحب جامع البیان مشرک ہوں، پھر ان کی تفسیر پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟ حالانکہ تمام اہل حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے۔ سید علامہ (صدیق حسن خاں بھوپالی) نے ایک طویل قصیدے میں کہا ہے:

يَا سَيِّدِيْ يَا عُرْوَتِيْ وَوَسِيْلَتِيْ
يَا عُدَّتِيْ فِيْ شِدَّةٍ وَّرَخَاءِ
قَدْ جِئْتُ بَابَكَ ضَارِعًا مُّتَضَرِّعًا
مُتَأَوِّهًا بِتَنَفُّسِ صُعَدَاءِ
مَالِيْ وَرَاءَكَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ
يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ بُكَائِيْ [1]

۱۔ اے میرے آقا میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!

۲۔ میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑگڑا رہا ہوں، غم زدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔

۳۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے۔

اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔"

اگر یہی اشعار نام بتائے بغیر مبتدعین زمانہ کے سامنے پیش کیے جائیں، تو شرک اور

---

[1] وحید الزمان، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی، ص ۲۰

کفر سے کم کوئی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، بلکہ جھٹ سے کہا جائے گا کہ یہ قائل شرک میں دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور مکہ کے بت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا ہے، لیکن جب یہ ظاہر ہوگا کہ یہ تو ہمارے نواب بھوپالی صاحب کا کلام ہے، تو فتوائے شرک عائد کرنے کے لیے ان کے قلم چھوڑ قلم دانوں کی سیاہی تک خشک ہو جائے گی۔ خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محرومیت کی یہ وہ افسوسناک حالت ہے کہ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

طرفہ یہ کہ نواب بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابن قیم ایسے اپنے بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں، جنہیں مرے ہوئے بھی عرصہ ہو چکا ہے، انداز ملاحظہ ہو:

قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے
ابنِ قیم مددے، قاضئ شوکاں مددے[1]

اللہ اکبر! اہل سنت و جماعت اگر یا علی، یا غوث کہہ دیں تو ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے اور درجنوں گالیاں دینے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"بریلویوں کے امتیازی عقائد یہ وہی خرافات ہیں جو مختلف شہروں میں درمیانے درجے کے صوفیوں میں پائے جاتے ہیں اور دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے مجددین مختلف ادوار اور علاقوں میں جن کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں، ان میں سے کچھ، دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھے۔ قرآن اور حاملِ قرآن نے ان سے جنگ کی، لیکن افسوس کہ وہ عقائد و خرافات بعض لوگوں کے نزدیک اسلام کے لوازم میں سے بن چکے ہیں ——— جیسے غیر اللہ سے استعانت"[2] (ملخصاً)

---

[1] وحید الزمان، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ۲۳

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ ص ۵۵

ہمیں اس فرقے سے شکایت نہیں ہے جو لوگ تمام امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دینے سے بھی نہ شرمائیں۔ وہ اگر ہمیں چنین وچناں کہہ دیں تو کیا عجب؟ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان مغلظات میں سے کچھ حصہ نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متعلقین میں بھی تقسیم کر دیا جائے کیونکہ اول الذکر غیر اللہ سے استعانت کو جائز قرار دے رہے ہیں اور آخر الذکر خود استعانت کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ اپنے فتووں کا رُخ اس طرف نہیں پھیریں گے، کیونکہ شرک و کفر کے فتوے عامۃ المسلمین کے لیے ہیں، اپنوں کے لیے تو نہیں ہیں۔

نواب وحید الزمان صاحب نے اس مسئلے پر مستقل فصل قائم کی ہے کہ جب مخلوق سے ان امور میں مدد مانگنا جائز ہے جو ان کے اختیار میں ہوں، تو کیا انبیاء، شہداء اور صلحاء سے ایسے امور میں امداد مانگی جا سکتی ہے جو ان کی (ظاہری) زندگی میں ان سے طلب کیے جاتے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا یا اس کے علاوہ۔

اس فصل میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کا مذہب یہ بیان کیا کہ ایسا کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ ابن قیم نے کہا کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے اور وہ اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ مدد مانگنے والے کو وہ کیا دے گا؟ دوسرے فریق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

الا ان المجوزین کالسبکی و ابن حجر المکی والقسطلانی وکثیر من الشافعیۃ یقولون ان الحی ایضا فی ذالک مثل المیت قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا فکما ان الحی لا یقدر علی الاعانۃ بغیر اذن اللہ ورضائہ وقضائہ وحکمہ وارادتہ کذالک المیت وانقطاع العمل لا یستلزم عدم العمل فان الملائکۃ اعمالھم منقطعۃ ومع ذالک ھم یفعلون ما یؤمرون۔

ورأیت امامنا الحسن بن علی فی المنام صلّٰی بالجماعة وصلّیت خلفه ثم سألت عنه کیف تصلّی ھٰھنا مع ان البرزخ لیس بدار العمل فقال نعم لا تجب الصّلٰوة ھٰھنا ولکن الصالحین من عباد اللّٰه یصلون ھٰھنا ایضا تبرعًا وتقربا الی ربھم وتنشیطا لانفسھم۔

ثم تذکرت حدیث النّبی رأیت موسٰی یصلّی فی قبره والصّلٰوة مشتملة علی الدّعاء وحدیث کأنی انظر الٰی موسٰی له جوار الٰی ربه قال الطّیبی لایبعد منھم التقرب الی اللّٰه بالدعاء فانھم افضل من الشھداء وان کانت الآخرة لیست دار تکلیف۔

فایُّ مانع یمنع من دعاء المیت للزائر مع ان السّوال لیس من الاموات بل من ارواح الصّلحاء والارواح لاتذوق الموت ولا تفنٰی بل تبقٰی حساسة مدرکة سیما ارواحِ الانبیاء والشھداء فان حکمھم حکم الاحیاء بنص الکتاب والسنة نعم یجب ان تکون ھذه الاستعانة والاستغاثة عند قبورھم فانھم حال کونھم احیاء کانوا لا یسمعون من بعید فکیف یسمعون من بعید بعد الموت۔[1]

---

[1] وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی، ص ۲۲ - ۲۱

مگر مجوزین جیسے امام سبکی، ابن حجر مکی، قسطلانی اور بہت سے شافعیہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات میں زندہ بھی مُردہ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

جس طرح زندہ، اللہ تعالیٰ کے اذن، رضا، ارادہ، حکم اور قدرت کے بغیر امداد نہیں کرسکتا۔ اسی طرح میت بھی ہے، عمل کے منقطع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل موجود ہی نہ ہو، کیونکہ فرشتوں کے اعمال منقطع ہیں۔ اس کے باوجود انہیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ کرتے ہیں۔

میں نے خواب میں حضرت امام حسن ابن علی کو دیکھا۔ انہوں نے جماعت کرائی۔ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس جگہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ برزخ دارِ عمل نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! اس جگہ نماز واجب نہیں ہے، لیکن اولیاء کرام اس جگہ نفلی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے رب کی عبادت سے فرحت و نشاط حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

پھر مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آئی کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نماز بھی دُعا پر مشتمل ہے اور یہ حدیث کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا انبیاء کے لیے دُعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا بعید نہیں ہے، کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں، اگرچہ دارِ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

پس زیارت کرنے والے کے لیے میّت کے دُعا کرنے سے کونسا مانع ہے؟ حالانکہ سوال مردوں سے نہیں ہے، بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت

کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں، بلکہ ان کا احساس اور ادراک باقی رہتا ہے۔ خصوصاً ارواحِ انبیاء اور شہداء، کیونکہ وہ کتاب وسنت کی نص کے مطابق زندوں کے حکم میں ہیں۔ ہاں یہ استعانت ان کی قبروں کے پاس ہونی ضروری ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں دُور سے نہیں سنتے تھے، موت کے بعد کیسے سُنیں گے؟"

اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آیا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اعضاء تجلیاتِ الٰہیہ کا مُظہر بن جاتے ہیں اور اس حدیث کی شرح میں امام رازی کی یہ تصریح کہ بندہ قرب و بعید کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے، یقیناً مذہبی مادہ پرستوں کے لیے یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز کر دے تو اس بندے کیلئے دُور و نزدیک کی چیزوں کا دیکھنا سُننا کچھ مشکل نہیں۔

منکرین کے سامنے جب مخلوق سے استعانت کے جائز ہونے پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے جائیں، تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو زندہ سے استعانت ہے، اسے تو ہم بھی مانتے ہیں، ہم جو شرک کہتے ہیں، تو مُردہ سے مدد مانگنے کو کہتے ہیں۔ نواب صاحب اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْاَعْجَبُ مِنَ الْاَعْجَبِ مَا فَرَّقَ بَعْضُ اِخْوَانِنَا فِیْ هٰذَا بَیْنَ الْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ وَظَنَّ اَنَّ الْاِسْتِنْصَارَ وَالْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَحْیَاءِ فِیْ اُمُوْرٍ یَقْدِرُ عَلَیْهَا الْعِبَادُ لَیْسَ بِشِرْكٍ وَهُوَ شِرْكٌ بِالْاَمْوَاتِ فِیْ نَفْسِ تِلْكَ الْاُمُوْرِ وَهَلْ هٰذَا اِلَّا سَفْسَطَةٌ ظَاهِرَةٌ فَاِنَّ الْحَیَّ وَالْمَیِّتَ سِیَّانِ فِیْ كَوْنِهِمَا غَیْرَ اللّٰهِ فَغَایَةُ مَا فِی الْبَابِ اَنَّ الْاِسْتِنْصَارَ بِالْاَمْوَاتِ شِرْكٌ بِالْاَحْیَاءِ لَا شِرْكٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔[1]

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی ص ۱۸

"عجیب ترین بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں نے استعانت میں زندوں اور مُردوں کا فرق کیا ہے اور گمان کیا کہ وہ امور جو بندوں کی قدرت میں ہیں، ان میں زندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں، البتہ انہی امور میں مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، حالانکہ یہ کھُلا مغالطہ ہے کیونکہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنا انہیں زندوں کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک۔"

یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا، شرک ہی ہوگا اور ایک کے لیے شرک نہیں، تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ کا شریک مُردے نہیں ہو سکتے زندے ہو سکتے ہیں؟ دُور کے نہیں ہو سکتے، پاس کے ہو سکتے ہیں — انبیاء نہیں ہو سکتے، حکیم ہو سکتے ہیں، انسان نہیں ہو سکتے، فرشتے ہو سکتے ہیں؟ حاشا للہ! اللہ کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا۔" [1]

اعرابی کا استغاثہ

حضرت عتبی فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اعرابی آیا اُس نے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سُنا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

"اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تمہارے پاس آئیں پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب کرے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: برکات الامداد، ص ۲۸

کرنے والا، مہربان پائیں گے۔"

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، پھر اُس اعرابی نے یہ شعر پڑھے:

؎ یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِیَ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ
فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

اے بہترین وہ ذات کہ اس میدان میں ان کا جسم اطہر مدفون ہے جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے۔

میری جان اس قبر پر فدا جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

اس کے بعد اعرابی کے چلا گیا۔ عتبی کہتے ہیں مجھے اُونگھ آگئی۔ میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے فرمایا "عتبی! اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔" [۱]

امام علامہ شمس الدین محمد بن جزری شافعی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُہٗ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللہِ رَحِمَکُمُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ ط وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ ط [۲]

---

[۱] اسماعیل بن کثیر القرشی، تفسیر ابن کثیر (دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر) ج ۱، ص ۵۲۰
[۲] محمد بن محمد جزری، امام: الحصن الحصین، (مصطفیٰ البابی حلبی، مصر) ص ۲۲

"جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے، تو ندا کرے، اے اللہ کے بندو امداد کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ)
اور اگر امداد چاہیے، تو کہے اے اللہ کے بندو میری امداد کرو (تین بار اس طرح کہے) یہ عمل مجرب ہے (معجم کبیر، امام طبرانی)
یاد رہے کہ حصن حصین دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ جزری نے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

وَاَخۡرَجۡتُهٗ مِنَ الۡاَحَادِیۡثِ الصَّحِیۡحَةِ[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کے مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کی تعلیم دی ہو اور ائمۂ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔

تحریفِ معنوی

کافروں کے بارے میں وارد آیات مومنوں پر، اور بتوں سے متعلق آیات انبیاء پر چسپاں کرنا مشرکین اور خوارج کا وطیرہ رہا ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیۡرًا وَّیَهۡدِیۡ بِهٖ كَثِیۡرًا[2]

"اس کے سبب بہت لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے مطالب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیے کامیاب ہوئے۔ مشرکین، منافقین اور خوارج نے اپنی عقل کو امام بنایا، گمراہی کے گڑھے ان کا مقدر ہوئے

---

[1] محمد بن محمد جزری، امام، الحصن الحصین، ص ۲
[2] پ ۱ البقرۃ ۲، آیت ۲۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط [1]

بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو، سب جہنم کا ایندھن ہیں -

قاضی شوکانی لکھتے ہیں؛

"جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ میں سے ابن زِبعری نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ کے سوا تو فرشتوں، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور حضرت مریم کی بھی عبادت کی جاتی ہے، لہٰذا وہ بھی جہنم بھی جائیں گے - اس پر یہ آیت نازل ہوئی -" [2]

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ہ [3]

"بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا، وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں -"

اِس مشرک کو اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ وَمَا تَعْبُدُوْنَ میں لفظ مَا لایا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس میں فرشتے اور انبیاء کیسے داخل ہوں گے؟

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں؛

وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها

---

[1] پ ۱۷ الانبیاء ۲۱، آیت ۹۸

[2] محمد بن علی شوکانی : تفسیر فتح القدیر ج ۳، ص ۴۲۹

[3] پ ۱۷، الانبیاء ۲۱، آیت ۱۰۱

علی المؤمنین [1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو تمام مخلوقِ خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے، انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔"

احسان الٰہی ظہیر نے بھی کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مسلمانوں پر اور بتوں کے بارے میں وارد آیات انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے یہ ناکام تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کسی کی امداد نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا ناجائز ہے۔ اب یہ تو ظہیر صاحب ہی بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کرتب مشرکینِ مکہ سے سیکھا ہے یا خوارج سے؟

ایک آیت یہ پیش کی ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ [2]

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هٰذَا اَمْرٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَنْ يَقُوْلَ لِكُفَّارِ قُرَيْشٍ اَوْ لِلْكُفَّارِ عَلَى الْاِطْلَاقِ۔ [3]

"یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہے کہ کفار قریش کو فرمائیں یا مطلق کافروں کو۔"

دوسری آیت یہ پیش کی ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح بخاری (نور محمد، کراچی) ج ۲، ص ۱۰۲۴

[2] پ ۲۲ السباء ۳۴ آیت ۲۲

[3] محمد بن علی الشوکانی: تفسیر فتح القدیر ج ۴، ص ۳۲۴

دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ[1]

اس آیت کی تفسیر میں قاضی شوکانی نے کہا:

لا یسمعوا دعاءکم لکونہا جمادات لا تدرک شیئاً من المدرکات (الیٰ ان قال) ویجوز ان یرجع (والذین تدعون من دونہ) وما بعدہ الیٰ من یعقل ممن عبدہم الکفار وہم الملائکۃ والجن والشیاطین[2]

"لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَکُمْ وہ تمہاری دُعا کو نہیں سنیں گے، کیونکہ وہ پتھر ہیں اور کسی بھی چیز کا ادراک نہیں کرتے اور جائز ہے کہ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ اور اس کے مابعد سے مراد وہ عقل والے ہوں جن کی کافروں نے عبادت کی اور وہ ہیں ملائکہ، جن اور شیاطین۔

غور فرمائیے قاضی شوکانی جس آیت کو بتوں اور شیطانوں کے حق میں وارد قرار دیتے ہیں۔ ظہیر صاحب محض سینہ زوری سے اس آیت کو انبیاء واولیاء پر چسپاں کرنے پر مُصر ہیں۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" یعنی معبودانِ باطلہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے، جبکہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہلِ محشر کی درخواست پر فرمائیں گے: اَنَا لَہَا[3] میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔ لہٰذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ یہ آیت انبیاء واولیاء کو بھی شامل ہے۔ یہ صرف بُتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جاتا ہے۔ الحمد للہ! کہ انبیاء واولیاء کو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتا۔

---

[1] پ ۲۲ فاطر ۳۵ آیت ۱۳

[2] محمد بن علی الشوکانی: تفسیر فتح القدیر ج ۴، ص ۳۴۳

[3] مسلم بن الحجاج القشیری: صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۰

اسی طرح باقی پیش کردہ آیات بھی بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہیں، انہیں زیرِ بحث مسئلہ میں پیش کرنا خوش فہمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے :

اَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ [1]

اتنا غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے، یا کسی کو زحمت دینا چاہے تو خود ساختہ معبود اسے روک نہیں سکتے۔ اس آیت کو معاذ اللہ! انبیاء و اولیاء پر کسی طرح بھی منطبق نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، اللہ تعالیٰ کے مدِ مقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ اور فیصلہ فرمائے، تو یہ حضرات اسے روک سکتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے :

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا [2]

کیا ان لوگوں کی غیرتِ ایمانی بالکل مر چکی ہے کہ اس قسم کی آیات انبیاء و اولیاء کے لیے پیش کر رہے ہیں؟ کیا شیطانِ مرید ایسے الفاظ انبیاء و اولیاء کے لیے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا؟ کیا ان لوگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ

---

[1] پ ۲۴، الزمر ۳۹ آیت ۳۸

[2] پ ۵ النساء ۴ آیت ۱۱۷

قیامت کبھی نہیں آئے گی؟

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے بھی استدلال کیا ہے اور منکرین استعانت، بڑے تواتر سے اس آیت کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کو عموم پر رکھا جائے، تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہ ہو، نہ زندہ سے نہ مُردہ سے، نہ قریب سے، نہ بعید سے، نہ طبیب سے، نہ پولیس سے، نہ سعودیہ سے، نہ امریکہ سے، غرضیکہ کسی سے بھی امداد مانگنا شرک ہوگا۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

قال الشوکانی من اصحابنا لا خلاف فی جواز الاستعانۃ بالمخلوق فی ما یقدر علیہ اما ما لا یقدر علیہ الا اللہ فلا یستعان ولا یستغاث فیہ الا بہ وھو المراد فی قولہ ایاک نستعین وبھذا ظھر ان من اصحابنا من زعم ان مطلق الاستعانۃ والاستغاثۃ بغیر اللہ شرک فقد غلا وتجاوز الحد نعوذ باللہ من الغلو والافراط۔[1]

"ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت میں ہو، اس میں استعانت کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں، اس میں صرف اسی سے استعانت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ سے بھی یہی مراد ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ کہ ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی یہ کہا ہے کہ غیر اللہ سے استعانت مطلقاً شرک ہے، تو اس نے غلو سے کام لیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے۔"

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۹

اور جب یہ طے ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے، تو پھر اس میں وہی تخصیص کی جائے گی جو سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بیان کی ہے کہ مخلوق کو مستقل جان کر استعانت حرام ہے اور مظہرِ عونِ الٰہی جان کر استعانت کی تو یہ نہ صرف جائز ہے — بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اب بتایئے انبیاء و اولیاء سے استعانت اس آیۂ مبارکہ کے کیسے مخالف ہوئی؟

مبتدعین زمانہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں:

"مشرکین بحری سفر میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے، جبکہ یہ لوگ (اہل سنت وجماعت) ہر سفر میں بری ہو یا بحری غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔"[1]

حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصریح کے مطابق جب انبیاء و اولیاء کو مظہرِ عونِ الٰہی مانا تو ان سے استعانت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہل سنت ہر جگہ بحر و بر میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، لیکن ان ہستیوں کے وسیلے سے جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور جب عین منجدھار میں دیکھا کہ غیر اللہ کی مدد نہیں پہنچتی تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں۔ اہل سنت کا اعتماد ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے غیر پر نہیں۔

نواب وحیدالزمان ایک سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں:

لا یقال ان السؤال عن الصنم او الوثن شرك مطلقا ولو سأل عنهم ما یسأل عن الناس الاحیاء لانا نقول للصنم والوثن حکم آخر حیث امر الله بالاجتناب عنهما وامر بکسرهما واحراقهما فالسائل عنهما ولو

---

[1] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ، ص ۸۴

سأل ما یسأل من الاحیاء کانه معظم لهما وقد قدمنا ان ادنی التعظیم لما یعبده المشرکون غیر الملائکة والانبیاء والصلحاء من عباد الله والشعائر التی بقیت حرمتها فی دیننا کفر وارواح الانبیاء والاولیاء لیست من قبیل الاصنام والاوثان بل هی من جنس الملائکة او اشرف منها فتقاس علی الملائکة لا علی الاصنام والاوثان التی هی رجس [1]

"سوال: بُت یا وثن سے سوال کرنا مطلقاً شرک ہے، اگرچہ وہ چیز مانگی جائے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے (پھر تم کیسے کہتے ہو کہ جو چیز زندگی میں مانگی جا سکتی ہے وہ انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے؟)

جواب: صنم اور وثن کا حکم الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اجتناب اور انہیں توڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ جو شخص ان سے سوال کرتا ہے اگرچہ وہ چیز مانگے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، وہ ان کی تعظیم کرتا ہے اور ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور وہ شعائر جن کی عزت ہمارے دین میں باقی ہے۔ ان کے علاوہ جن چیزوں کی مشرک عبادت کرتے ہیں، ان کی معمولی تعظیم بھی کفر ہے۔ انبیاء و اولیاء کی روحیں، اصنام اور اوثان کے قبیلے سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ملائکہ کے قبیلے سے ہیں یا ان سے اعلیٰ ہیں، لہذا ان ارواح کو فرشتوں پر قیاس کیا جائے گا نہ کہ اصنام و اوثان پر جو سراپا نجاست ہیں۔"

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۲۷

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

لُغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسُّل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دُعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو توسّل ہے بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں، لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدّین احمد مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے ایک شخص نے پوچھا: "توسّل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟" انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [1]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"

اس شخص نے کہا کہ "آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں" حضرت نے فرمایا: "ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟" اُس نے کہا: "مجھے کیا معلوم" حضرت نے فرمایا: "حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟" اُس نے کہا "یقیناً مقبول ہیں" آپ نے فرمایا: "جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنا سکتے جو یقیناً مقبول ہیں۔"

---

[1] القرآن: پ ٦ المائدۃ ٥ آیت ٣٥

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انزل اللہ علی امانین وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون[۱]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں:

(۱) وَمَا کان اللہُ لیعذبھم وانت فیھم (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا، جب تک اے حبیب! تم ان میں موجود ہو۔)

(۲) وَما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں

پہلی آیت میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اور دوسری آیت میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ رواہ مسلم[۲]

"بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے اگر قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادے (مسلم شریف)

حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] محمد بن عیسیٰ ترمذی، امام: ترمذی شریف، ابواب التفسیر، ص ۴۳۹

[۲] شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۴۴۶

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم[1] (رواہ البخاری)

"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا،

الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلمامات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداد ویصرف عن اھل الشّام بھم العذاب۔[2]

"ابدال شام ہی میں ہوں گے۔ یہ چالیس مرد ہوں گے، ان میں سے ایک جب فوت ہوجائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرمادے گا ان کی برکت سے بارش دی جائے گی۔ ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد طلب کی جائے گی اور ان کی بدولت اہلِ شام سے عذاب دفع کیا جائے گا۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور سیّدِ عالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا:

ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم (رواہ ابوداؤد)[3]

"تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو، کیونکہ تمہیں ضعیفوں کی بدولت رزق ہی دیا جاتا ہے یا فرمایا کہ تمہیں امداد دی جاتی ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۶

[2] ایضاً " ص ۳-۵۸۲

[3] ایضاً " (باب فضل الفقراء) ص ۴۴۷

ایک تو وہ ضعیف ہیں جو ناداری کا شکار ہیں۔ دوسرے وہ جو عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے لاغر و نزار ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ (اولیاء کرام) وسیلۂ نصرت و رحمت بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں:

انه کان یستفتح بصعالیك المهاجرین رواه فی شرح السنة[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔"

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقال ابن الملك بان یقول اللهم انصرنا علی الاعداء بحق عبادك الفقراء المهاجرین[2]

"ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح دعا مانگتے تھے: اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ فقراء، مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث ہرگز یہ نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں، بلکہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ صحابۂ مہاجرین کی عزت افزائی ہے اور امتِ مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو۔ سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جا سکتا ہے۔ خود اس ذاتِ مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟

---

[1] شیخ ولی الدین، امام: مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۷

[2] علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ج ۱۰، ص ۱۳

اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ مقبولِ بارگاہ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

سیدِ عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسّل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسّل آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادتِ مبارکہ کے بعد، حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں، وصال کے بعد عالم برزخ کی مدت میں اور میدانِ قیامت میں جائز اور واقع ہے۔[1]

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

لاسبیل الی السّعادۃ والفلاح لا فی الدّنیا ولا فی الاخرۃ الاعلی ایدی الرسل ولا ینال رضاء اللہ البتۃ الاعلی ایدیھم[2]

"دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کی بدولت میسر آسکتی ہے"

ولادت باسعادت سے پہلے توسّل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اقترف اٰدم الخطیئۃ قال یارب اسئالك بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا اٰدم وکیف عرفت محمدًا ولم اخلقہ؟ قال یارب لمّا خلقتنی بیدك ونفخت فیّ من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش

---

[1] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی: مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار (المطبعۃ الشرفیہ مصر) ص ۵۹

[2] ابن القیم الجوزیہ: زاد المعاد ج ۱ ص ۲۸

مکتوبًا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمتُ انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ صدقت یا ادم انہ لاحب الخلق الیّ اُدعُنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک ھٰذا حدیث صحیح الاسناد [1]

" جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی، تو انہوں نے دُعا مانگی اے میرے رب! میں تجھ سے محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دُعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تم نے محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے انہیں ابھی پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا؛ میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے اندر روحِ خاص پھونکی، تو میں نے سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو، میں نے تمہاری مغفرت فرمادی۔ اگر محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے، تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"

اہلِ کتاب حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دُعائیں مانگا کرتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں؛

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کانت یھود خیبر تقاتل غطفان فلما التقوا ھزمت یھود خیبر فعاذت الیھود

---

[1] الحاکم النیشاپوری : المستدرک، کتاب التاریخ (دار الفکر، بیروت) ج ۲، ص ۶۱۵

بھذا الدعاء فقالت : اللّٰھم انا نسألك بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان الا نصرتنا علیھم قال فکانوا اذا التقوا دعوا بھذا الدعاء فھزموا غطفان فلما بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفروا بہ فانزل اللّٰہ عزوجل وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی بك یا محمد [1]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے ساتھ حالتِ جنگ میں رہتے تھے۔ ایک مقابلے میں یہودی شکست کھا گئے، تو انہوں نے یہ دُعا مانگی "اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دُعا مانگتے ہیں، جنہیں تو نے آخری زمانے میں ہمارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو ہمیں غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما۔" اب وہ مقابلے کے وقت یہ دُعا مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے غطفان کو شکست دے دی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا ۔ یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یعنی اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے وسیلے سے۔

حیاتِ ظاہرہ میں توسل

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)؛ ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ (الجامع الفرید) ص ۹۳ ۴

سے راوی ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابوایّوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب لحد تک پہنچے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے بنفسِ نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوتے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا مانگی:

اللّٰہ الّذی یحیی ویمیت وھو حی لایموت، اغفر لامّی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیك والانبیاء الّذین من قبلی فانك ارحم الراحمین۔[1]

"اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔ اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما۔ بیشک تو سب سے بڑا رحم والا ہے۔"

اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہے۔

علامہ نورالدین سمہودی فرماتے ہیں:

وقد یکون التوسل بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بطلب ذالك الامر بمعنی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قادر علی التسبب فیہ بسؤالہ وشفاعتہ الی ربہ فیعود الی طلب دعائہ وان اختلفت العبارۃ ومنہ قول القائل لہ اسألك مرافقتك فی الجنۃ الحدیث و

---

[1] نورالدین علی بن احمد السمہودی (م ۹۱۱ھ) وفاءالوفا (داراحیاء التراث العربی، بیروت) ج ۲، ص ۸۹۹

لا يقصد به الا كونه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سببا وشافعا۔[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے طلب کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں دُعا شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں۔ اس کا مآل یہ ہوگا کہ آپ سے دُعا کی درخواست ہے، اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ اسی قسم سے صحابی (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے: اسألك مرافقتك فى الجنة (الحديث) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اور سفارشی بنیں۔"

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وانك ادنى المرسلين وسيلة
الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب
وكن لى شفيعا يوم لا ذوشفاعة
بمغن فتيلا عن سواد بن قارب

"طیب و مکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔

آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے اُس وقت قبیلۂ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے۔

---

[1] نور الدین علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفا ج ۴، ص ۱۳۷۴-۵

[2] عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب النجدی، مختصر سیرۃ الرسول (مکتبہ سلفیہ لاہور) ص ۶۹

اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہو کر حاضر بارگاہ ہوا۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کر لو۔ انہوں نے عرض کیا، ہمیں قیدی محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو قیدی میرے ہیں یا بنو عبدالمطلب کے ہیں، وہ تمہارے ہیں۔ باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو:

واذا ما انا صلیت الظہر بالناس فقوموا فقولوا انّا نستشفع برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی المسلمین وبالمسلمین الی رسول اللہ فی ابنائنا ونسائنا فسأعطیکم عند ذالک واسأل لکم[1]

"جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں، تو تم کھڑے ہو کر کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں۔ ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں، تو میں تمہیں اس وقت عطا کر دوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔"

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اکثر صحابہ نے عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ حضور کا ہے۔ باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے، پہلے مال غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی مل گئے۔

اسی موقع پر حضرت زہیر بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے عرض کیا:

اُمنُن علینا رسولَ اللہِ فی کَرَمٍ
فَاِنَّکَ المرءُ نرجوہ و ننتظرُ[2]

---

[1] عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ) السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) مکتبہ فاروقیہ ملتان) ...

[2] عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی: الروض الانف (مکتبہ فاروقیہ، ملتان) ج ۲ ص ...

"یارسول اللہ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ وہ انسان ہیں، جن کے احسان کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔"

قبیلۂ بنو بکر اور خزاعہ کی جنگ اسلام سے پہلے چلی آرہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر، قریش کے حلیف بن گئے اور خزاعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، بنو بکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اور قریش کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی، عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

انها سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول فی متوضئہ لیلا: لبّیك لبّیك (ثلاثا) نُصِرتَ نُصِرتَ (ثلاثا) قلت یارسول الله سمعتك تقول فی متوضئك لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا کانك تکلم انسانا فهل کان معك احد؟ فقال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر (الیٰ ان قالت) قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلی الصبح بالناس، فسمعت الراجز ینشده۔ [1]

"انہوں نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو خانے میں تین مرتبہ لَبّیك کہی اور تین مرتبہ نُصِرتَ (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لَبّیك اور تین مرتبہ نُصِرتَ

[1] شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب النجدی: مختصر سیرۃ الرسول (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۳۳۳

فرماتے ہوئے سُنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں، کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے۔ تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا"

یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سُنی گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دُعا فرمائی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر چاہو تو میں تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا دُعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دُعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبیّ الرحمۃ یا محمّد انی توجھت بک الٰی ربّی فی حاجتی ھٰذہ لتقضٰی اللّٰھم شفعہ فیّ۔[1]

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ پوری کر دی جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔"

---

[1] ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری، المستدرک (دارالفکر، بیروت) ج ۱، ص ۵۱۹

نوٹ: ترمذی شریف ابواب الدعوات (نور محمد، کراچی) ص ۵۱۵ پر بھی یہ حدیث موجود ہے، لیکن اس میں یا محمد حذف کر دیا گیا ہے۔ شاید اس حدیث کو بھی عقیدۂ توحید کے مخالف سمجھا گیا ہے۔ ۱۲ قادری

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کبھی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے اور بارش کی دُعا کی تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ نے دُعا کی اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا، جیسے تاج ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو ادرك ابوطالب هٰذا اليوم لسرّه فقال له بعض اصحابه يارسول الله! اردت لقوله ؎

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامىٰ عصمة للارامل

فقال اجل! [1]

"اگر ابوطالب اس دن کو پاتے، تو انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضور! آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے:

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ یتیموں اور ناداروں کے ملجا وماویٰ!

فرمایا: ہاں!"

---

[1] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) ج ۱، ص ۱۷۹

وصال کے بعد توسّل

امام قسطلانی، ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وصال کی اطلاع ملی، تو روتے ہوتے حاضر ہوئے
اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے:

ولو ان موتك كان اختيارا لجدنا لموتك بالنفوس
اذكرنا يا محمد عند ربك ولنكن من بالك۔ [1]

"اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی
جانیں قربان کر دیتے۔ حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا
خیال ضرور رکھنا۔"

ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات
کرنا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دُعا
مانگو: اللّٰھم انی اسئلك الخ۔

انہوں نے یہ عمل کیا نہ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی
انہوں نے ان کی حاجت پوری کر دی، بلکہ فرمایا: جب کوئی کام ہو تو میرے پاس آجانا۔ یہ
واپسی پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور شکریہ ادا کیا کہ آپ کی سفارش سے میرا
ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی۔ میں نے تو تمہیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمایا تھا۔ (ملخصاً) [2]

---

[1] احمد بن محمد القسطلانی، امام: (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ (مع شرح الزرقانی) ج ۸، ص ۲۲

[2] الطبرانی، امام: المعجم الصغیر ص ۱۰۳

حضرت مالک الدار (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط واقع ہوگیا۔ ایک صاحب (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا

"یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دُعا فرمائیے کیونکہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جارہے ہیں۔"

قال فاتاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وقال ائت عمر فمره ان یستسقی للناس فانهم سیسقون وقل له علیك الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبره قال فبکیٰ عمر وقال یارب ماآلوا الاما عجزت عنه[1]

"خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دُعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمر رو دیئے۔ اور کہا یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔"

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے عام الرمادہ کہتے ہیں۔ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی قوم بنو مزینہ نے کہا، ہم مرے جارہے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا۔ اصرار بڑھا، تو انہوں نے بکری ذبح کی۔ جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سُرخ ہڈی نکلی

---

[1] ابن عبدالبر النمری القرطبی: الاستیعاب (دارِ صادر، بیروت) ج ۲، ص ۴۶۴

یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریاد کی:

فنادیٰ یا محمداہ فلما امسیٰ فاریٰ فی المنام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ ابشر بالحیاۃ[1]

"اور پکارا یا محمداہ - رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو۔"

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی:

نادیٰ بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ[2]

"تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمداہ!

حضرت ابو عبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

---

[1] حافظ ابن کثیر: البدایۃ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ج ۷، ص ۹۱

[2] ایضاً: " " " ج ۶، ص ۳۲۴

یا محمد ! یا محمد ! یا نصر اللہ انزل[1]

"یا محمد (دوبار) اے اللہ کی امداد، نزول فرما"

مسلمان ان کے گرد جمع ہوگئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی، اُس وقت مسلمانوں کا شعار (علامتی نشان) تھا۔

یا محمد ! یا محمد ! یا نصر اللہ انزل۔[2]

ابو الجوزاء حضرت اوس بن عبد اللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا۔ اہلِ مدینہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا:

اُنظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوًا الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف قال ففعلوا فمطروا مطرا حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق[3]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کو دیکھو اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اگا، اونٹ موٹے ہوگئے اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الفتق رکھ دیا گیا۔"

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا

---

[1] محمد بن عمر الواقدی: فتوح الشام (مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۳۴ء)، ج ۱، ص ۱۹۶

[2] ایضاً: 〃 〃 〃 〃 ج ۲، ص ۲۱۸

[3] عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی: (م ۲۵۵ھ) سنن دارمی (دار المحاسن، مصر) ج ۱، ص ۴۳

فقال لہ رجل : اذکر احبّ الناس الیک فقال
یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلّم فکأنما نشط من عقال[1]

"ایک شخص نے انہیں کہا: اُس ہستی کو یاد کرو، جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو؟ انہوں نے کہا: "یا محمد!" (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے، گویا قید سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔"

"اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا: "اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں" ۔ اس نے کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اس کا پاؤں صحیح ہو گیا۔"[2]

"ہتیم بن عدی کہتے ہیں کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے انہیں طلب کرنے کے لیے حضرت موسیٰ اشعری (حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہا) کی طرف سے) بھیجے گئے۔ بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آل عامر کو بلایا تو حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) اپنے رشتہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے انہیں حضرت ابوموسیٰ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی قوم کی پکار سُنی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں تازیانے لگائے۔ اس پر حضرت نابغہ (صحابی) رضی اللہ عنہ نے کہا ؎

فان تک لابن عفان امینا   فلم یبعث بک البر الامینا
ویا قبر النبی وصاحبیہ   الا یا غوثنا لو تسمعونا[3]

---

[1] ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، امام: الاذکار (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۲۷۱

[2] ایضاً " " " " ص ۲۷۱

[3] ابن عبدالبر النمری القرطبی (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب علی الاصابہ (دار صادر، بیروت) ج ۳، ص ۵۸۶

"اگر تو ابن عفان کا امین ہے، تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا!"

"اے نبی اور ان کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریاد رس!

کاش آپ ہماری فریاد سُن لیں!"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حراست میں میدانِ جنگ سے گذریں، تو بے ساختہ فریاد کی:

يا محمداه! يا محمداه صلى عليك الله وملك السماء هٰذا حسين بالعراء مزمل بالدماء مقطع الاعضاء يا محمداه! وبناتك سبايا وذريتك مقتلة تسفى عليها الصبا — قال فابكت كل عدو وصديق۔[1]

"اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد (دو مرتبہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد، آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں ان کی پُرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رُلا دیا۔

امتِ مُسلمہ ——— اور توسّل

اجماعِ صحابہ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش کی دُعا اس طرح مانگا کرتے تھے۔

---

[1] ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ج ۸، ص ۱۹۳

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
فقال اللّٰھم انا کنّا نتوسل الیك بنبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم
فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبیّنا فاسقنا قال فیسقون[1]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر فاروق، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دُعا کرتے اور عرض کرتے بارِ الٰہا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو ہمیں سیراب فرما، تو انہیں بارش عطا کر دی جاتی۔"

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وصال کے بعد توسل جائز نہیں، یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

۱- اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں، بلکہ ذوات صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، کیونکہ یہ دُعا صحابۂ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جبکہ تمہیں اس سے انکار ہے۔

۲- اگرچہ حضرت عباس وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود اُن کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا تھا، لیکن حضرت عمر فاروق نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو دراصل یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ ہے۔

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، امام: صحیح البخاری (نور محمد، کراچی) ج ۱، ص ۱۳۷

علامہ بدرالدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا مانگی۔ پھر حضرت عباس نے جو اُن کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ میں دُعا کی:

اللّٰھمّ لم ینزل بلاء الا بذنب ولم یکشف الا بتوبة وقد توجه بی القوم الیك لمکانی من نبیّك۔ [1]

"اے اللہ! بلاء، گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے۔ یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ میرا تیرے نبی سے تعلق ہے۔"

حافظ ابن عبدالبر، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وروینامن وجوہ عن عمر انه خرج یستسقی وخرج معه بالعباس فقال اللّٰھم انانتقرب الیك بعم نبیّك صلّی اللّٰه علیه وسلّم ونستشفع به فاحفظ فیه لنبیّك صلّی اللّٰه علیه وسلّم کماحفظت الغلامین لصلاح ابیھما۔ [2]

"ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ استسقاء کے لیے نکلے اور دُعا کی اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں۔ پس تو ان میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی رعایت فرما جیسے تو نے دو بچوں کی، ان کے باپ کی نیکی کے طفیل حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کر دی)

---

[1] بدرالدین محمود عینی، علامہ، عمدۃ القاری (محمد امین دمج، بیروت) ج ۷، ص ۳۲

[2] ابن عبدالبر النمری القرطبی: استیعاب (دار صادر، بیروت) ج ۳، ص ۹۹

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا کرنا در اصل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی سے توسّل ہے۔

۳۔ بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلّم تھا ہی، حضرتِ فاروقِ اعظم نے حضرتِ عباس کا وسیلہ پیش کر کے بتلا دیا کہ توسّل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہلِ صلاح اُمتیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ اُمتی کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں:

ان السماء قحطت فخرج معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ واھل دمشق یستسقون فلما قعد معاویۃ علی المنبر قال این یزید بن الاسود الجرشی؟ قال فناداہ الناس فاقبل یتخطی فامرہ معاویۃ فصعد المنبر فقعد عند رجلیہ فقال معاویۃ اللّٰھم انا نستشفع الیک الیوم بخیرنا وافضلنا اللھم انا نستشفع الیک بیزید بن الاسود الجرشی یا یزید ارفع یدیک الی اللہ فرفع یزید ورفع الناس ایدیھم فما کان اوشک ان ثارت سحابۃ فی المغرب وھبت لھا ریح فسقینا حتی کاد الناس لا یتصلون الی منازلھم [1]

" بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہلِ دمشق بارش کی دُعا کے لیے باہر نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے، تو فرمایا:

---

[1] ابن سعد (م ۲۳۰ھ) الطبقات (دار صادر، بیروت) ج ۷، ص ۴۴۴

یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں ؟ لوگوں نے انہیں بُلایا، تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی: اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود بن الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دُعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔"

اس اجتماع میں صحابہ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں۔ ان میں سے کسی نے ایک مردِ صالح کے وسیلے سے دُعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ بھی ان حضرات کا جوازِ توسل پر اجماع ہے۔

توسّل ━━ اور ائمہ اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

یامالکی کن شافعی فی فاقتی ۔۔۔ انی فقیر فی الورٰی لغناك

یا اکرم الثقلین یا کنز الورٰی ۔۔۔ جدلی بجودك وارضنی برضاك

انا طامع بالجود منك ولم یکن ۔۔۔ لابی حنیفة فی الانام سواك [1]

"اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں،

میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں۔"

---

[1] ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام: قصیدۂ نعمانیہ (مع الخیرات الحسان) مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ص ۲۰۰/۱۹۹

"اے جن و انس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے!
مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرما دیں۔"
"میں آپ کی بخشش کا اُمیدوار ہوں، اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں"

حضرت امام مالک مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ منصور (بنو عباس کے خلیفہ ثانی) نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور کی زیارت کے لیے حاضری دی، تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! میں قبلہ رُخ ہو کر دُعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رُخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا:

ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم الى الله تعالىٰ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله فيك۔[1]

"تم اپنا چہرہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتے ہو، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، تیرا اور تیرے جدِ امجد سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ کی طرف رُخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر۔ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔"

تعجب ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگوں کو کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے، انہیں کوئی منع نہیں کرتا، لیکن بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو باصرار کہا جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دُعا مانگو اور اللہ تعالیٰ کے محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پشت کر لو ـــــ فیا للعجب و الی اللہ المشتکیٰ۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] قاضی عیاض مالکی، امام: الشفاء (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ج ۲، ص ۳۳

آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی
ارجو بھم اُعطی غدا بیدی الیمین صحیفتی[1]

"آل نبی میرا ذریعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا وسیلہ ہے۔
مجھے اُمید ہے کہ ان کے وسیلے سے مجھے قیامت کے دن نامہ اعمال
دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا"

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا مانگی، تو ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو تعجب ہوا۔ امام احمد نے فرمایا:

ان الشافعی کالشمس للناس وکالعافیۃ للبدن[2]

"امام شافعی کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے صحت"

توسّل —— اور ائمہ اعلام

مسئلہ توسّل کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال اور واقعات کو جمع کیا جائے، تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اختصار کے پیش نظر چند علماء اسلام کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں،

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۵ھ) آداب السفر میں فرماتے ہیں:

ویدخل فی جملتہ زیارۃ قبور الانبیاء علیھم السلام وزیارۃ قبور الصحابۃ والتابعین وسائر العلماء والاولیاء وکل من یتبرک بمشاھدتہ فی حیاتہ یتبرک بزیارتہ بعد وفاتہ ویجوز شد الرحال لھذا الغرض۔[3]

---

[1] احمد بن حجر المکی (م ۹۷۴ھ) الصواعق المحرقہ (مکتبۃ القاہرہ، مصر) ص ۱۸۰

[2] یوسف بن اسماعیل النبہانی، شواہد الحق (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۶۶

[3] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، الامام، احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۲، ص ۲۴۷

"سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے۔ زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔ وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔"

امام ابن الحاج جو علماء متشددین میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اولیاء کرام، انبیاء عظام اور خصوصاً حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسل اور استغاثہ کا طریقہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں؛

اگر میت عوام الناس میں سے ہے تو اس کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب بیٹھ کر میت کی طرف رُخ کرے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر جہاں تک ممکن ہو، میت کے لیے دُعا کرے؛

وکذالك یدعو عند هٰذه القبور عند نازلة نزلت به او بالمسلمین ویتضرع الی الله تعالیٰ فی زوالها و کشفها عنه وعنهم [1]

"اسی طرح ان قبور کے پاس جا کر دُعا کرے۔ جب زائر پر یا مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ اس مصیبت کو زائر اور مسلمانوں سے دُور فرمائے۔"

ثم یتوسل باهل تلك المقابر اعنی بالصالحین منهم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ثم یدعو لنفسه ولوالدیه ولمشائخه ولاقاربه ولاهل تلك المقابر ولاموات المسلمین ولاحیائهم وذریتهم الی یوم الدین ولمن غاب عنه من اخوانه ویجأر الی الله تعالیٰ

---

[1] ابن الحاج، امام؛ المدخل (دار الکتاب العربی، بیروت) ج ۱، ص ۲۴۸

بالدعاء عندهم ویکثر التوسل بهم الی اللّٰہ تعالیٰ لانہ سبحانہ اجتباهم وشرفهم وکرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الاٰخرۃ اکثر فمن اراد حاجۃ فلیذهب الیهم و یتوسل بهم فانهم الواسطۃ بین اللّٰہ تعالیٰ وخلقہ۔

وقد تقرر فی الشرع وعُلم ما للّٰہ تعالیٰ بهم من الاعتناء وذلک کثیر مشهور، وما زال الناس من العلماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورهم ویجدون برکۃ ذالک حسا ومعنیً [1]

"پھر اپنی حاجتوں کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت میں اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، پھر اپنے لیے والدین، مشائخ اور اقرباء کے لیے، ان اہل قبور کے لیے اور زندہ و مردہ عام مسلمانوں اور قیامت تک آنے والی اُن کی اولادوں کیلئے اور جو بھائی غائب ہیں، اُن سب کے لیے دُعا کرے۔

اور ان اولیاء کرام کے پاس کھڑا ہو کر عاجزانہ بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرے اور کثرت سے اُن کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمالیا ہے اور انہیں شرافت و کرامت سے نوازا ہے۔ جس طرح دُنیا میں اُن کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے۔ آخرت میں اس سے زیادہ نفع ہے۔ جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، تو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

شریعت میں ثابت اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کتنی عزت افزائی فرماتا ہے اور یہ بکثرت ہے اور مشہور ہے۔ علماء مشرق و مغرب کے عظیم اکابر مزاراتِ اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں اور حسّی اور معنوی

---

[1] ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱، ص ۲۴۹

طور پر اس کی برکت پاتے رہے ہیں۔"
پھر شیخ امام ابو عبداللہ بن النعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[1]

"ارباب بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب ہے، کیونکہ اولیاء کرام کی برکت اُن کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے۔ اولیاء کرام کی قبروں کے پاس دُعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماءِ محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔"

اس کے بعد انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات پر حاضری دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

واما عظیم جناب الأنبیاء والرسل صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین فیأتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ، فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والحاجۃ والاضطرار والخضوع، ویحضر قلبہ وخاطرہ الیھم والی مشاھدتھم بعین قلبہ لابعین بصرہ، لانھم لایبلون

[1] ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱، ص ۲۴۹

ولا یتغیرون ثم یثنی علی اللہ تعالیٰ بما ھو اھلہ، ثم یصلی علیہم و یترضی عن اصحابہم ثم یترحم علی التابعین لہم باحسان الی یوم الدین ثم یتوسل الی اللہ تعالیٰ بہم فی قضاء مآربہ ومغفرۃ ذنوبہ ویستغیث بہم ویطلب حوائجہ منہم ویجزم الاجابۃ ببرکتہم ویقوی حسن ظنہ فی ذالک فانہم باب اللہ المفتوح۔

وجرت سنتہ سبحانہ وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علی ایدیہم وبسببہم ومن عجز عن الوصول الیہم فلیرسل بالسلام علیہم ویذکر ما یحتاج الیہ من حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ وستر عیوبہ الی غیر ذالک فانہم السادات الکرام والکرام لا یردون من سألہم ولا من توسل بہم ولا من قصدہم ولا من لجأ الیہم [1]

"انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم بارگاہ میں زائر حاضر ہو اور اس پر لازم ہے کہ دُور دراز سے ان کا قصد کرے۔ جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عاجزی انکساری، فقر و فاقہ، حاجت و اضطرار اور فروتنی سے موصوف ہو، اپنے دل اور خیال کو ان کی بارگاہ میں حاضر کرے اور سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے ان کی زیارت کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ انبیاء کرام کے اجسامِ مبارکہ میں بوسیدگی اور تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان حمد و ثنا کرے، انبیاء کرام پر دُرود بھیجے، ان کے اصحاب کے لیے رضائے الٰہی کی دُعا کرے

---

[1] ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱، ص ۲-۲۵۱

اور قیامت تک اصحاب کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے لیے دعائے رحمت کرے
پھر اپنی حاجتوں کے بر آنے اور گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں انبیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، ان کی بدولت امداد کی درخواست
کرے اور اپنی حاجتیں ان سے طلب کرے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے
دُعا مقبول ہوگی اور اس سلسلے میں تمام تر حُسنِ ظن سے کام لے، کیونکہ یہ حضرات
اللہ تعالیٰ کا کھُلا ہوا دروازہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ اُن کے سبب اور ان کے ہاتھوں پر
حاجتیں بر لاتا ہے جو شخص ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے، وہ ان کی بارگاہ میں
سلام بھیجے اور اپنی حاجتوں، گناہوں کی مغفرت اور عیوب کی پوشیدگی وغیرہ کا
ذکر کرے، کیونکہ یہ حضرات سادات کرام ہیں اور کریم سوال کرنے والے، وسیلہ
پکڑنے والے، قصد کرنے اور پناہ لینے والے کو رد نہیں کرتے۔"

حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسّل

اور امام ابن الحاج

وامّا فی زیارۃ سیّد الاوّلین والآخرین صلوات اللہ
علیہ وسلامہ فکل ما ذکر یزید علیہ اضعافہ اعنی
فی الانکسار والذل والمسکنۃ لانہ الشافع المشفّع
الذی لا ترد شفاعتہ ولا یخیب من قصدہ ولا من
نزل بساحتہ ولا من استعان او استغاث بہ اذانہ
علیہ الصلٰوۃ والسلام قطب دائرۃ الکمال وعروس

مملکتہ اللہ۔

فمن توسل بہ اواستغاث بہ اوطلب حوائجہ منہ فلا یرد ولا یخیب لما شہدت بہ المعاینۃ والآثار ویحتاج الی الادب الکلی فی زیارتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وقد قال علماءنا رحمۃ اللہ علیہم ان الزائر یشعر نفسہ بانہ واقف بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ھو فی حیاتہ اذلا فرق بین موتہ وحیاتہ اعنی فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذالک عندہ جلی لاخفاء فیہ۔[1]

"حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت میں مذکورہ بالا امور یعنی عاجزی، انکساری اور مسکنت میں کئی گنا اضافہ کرے، کیونکہ آپ وہ مقبول الشفاعۃ شفیع ہیں، جن کی شفاعت رد نہیں کی جاتی۔ آپ کا قصد کرنے والا آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا آپ سے استعانت واستغاثہ کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائرہ کمال کے قطب اور مُلکِ الٰہی کے دُولہا ہیں۔

جو شخص آپ کا وسیلہ پکڑتا ہے یا آپ کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے، وہ محروم نہیں کیا جاتا۔ مشاہدہ اور آثار اس پر شاہد ہیں۔ آپ کی زیارت میں کامل ادب کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زائر یُوں محسوس کرے کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں جیسے کہ آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں تھا، کیونکہ آپ کی موت اور حیات میں فرق نہیں ہے۔ آپ امت کا

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ج ۱، ص ۲۵۲

مشاہدہ فرماتے ہیں اور اُن کے احوال، نیتوں، ارادوں اور خیالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔"

ابھی امام ابن الحاج کی یہ عبارت گزری ہے:

فمن اراد حاجۃ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالیٰ وخلقہ [1]

"جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، وہ اولیاء کرام کے مزارات پر جائے اور ان کا وسیلہ پکڑے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔"

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قیل اذ تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور [2]

"کہا گیا ہے کہ جب تم مختلف امور میں حیران ہو جاؤ، تو اہلِ قبور سے استعانت کرو۔"

یعنی اہل قبور کے وسیلے سے دُعا کرو، اللہ تعالیٰ مرادیں بر لائے گا۔

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اعلم انہ یجوز ویحسن التوسل والاستعانۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ربہ سبحانہ وتعالیٰ وجواز ذلک وحسنہ من الامور المعلومۃ لکل ذی دین المعروفۃ من فعل الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین والعلماء والعوام من المسلمین ولم ینکر احد ذالک من اھل الادیان ولا سمع بہ فی زمن من الازمان حتی جاء ابن تیمیۃ فتکلم فی ذالک بکلام

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل ص ۲۴۹

[2] علی بن سلطان محمد القاری: شرح مسندِ امامِ اعظم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۱۱۴

يلبس فيه على الضعفاء الاغمار.[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل، استعانت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست جائز اور مستحسن ہے۔ اس کا جواز اور حسن، ان امور میں سے ہے جو ہر مومن کو معلوم ہے اور انبیاء، ومرسلین، سلف صالحین، علماء اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے، کسی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں یہ انکار سنا گیا۔ یہاں تک ابن تیمیہ آیا اور اس نے اس میں کلام کیا۔ ضعیف اور ناواقف لوگوں کے لیے تلبیس سے کام لیا۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں،

ياسيّدی يارسول الله قد شَرُفَتْ

قصائدی بمديح قدر صفا

مدحتك اليوم ارجو الفضل منك غدا

من الشفاعة فالحظى بها طرفا

بكم توسل يرجو العفو عن زلل

من خوفه جفنه الهامی لقد ذرفا[2]

"میرے آقا! اے اللہ کے رسول! آپ کی مدح میں کہے ہوئے میرے قصیدے شرافت والے ہو گئے ہیں۔"

"آج میں نے آپ کی نعت کہی ہے اور کل مجھے آپ سے شفاعت کی امید ہے وہاں مجھے بھی نظر میں رکھیے۔"

"بندۂ گنہگار نے آپ کا وسیلہ پکڑا ہے، اُسے امید ہے کہ لغزشیں معاف کر دی جائیں گی، خوف کے سبب اس کی پلکوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔"

---

[1] تقی الدین السبکی، الامام: شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) ص ۱۶۰

[2] یوسف بن اسمٰعیل النبہانی: المجموعۃ النبہانیہ (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۲ ص ۳۹۱

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ہر طبقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

واظھر لی الاسرار وعرفنی بنفسہ وامدّنی امدادًا عظیما اجمالیا وعرّفنی کیف استمد بہ فی حوائجی[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ پر اسرار ظاہر فرمائے اور مجھے خود ان چیزوں کی پہچان کرائی اور میری بہت بڑی اجمالی امداد فرمائی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی حاجتوں میں آپ سے کس طرح مدد مانگوں۔"

اپنے قصیدہ اطیب النغم کی شرح میں فرماتے ہیں:

فصلِ اوّل در تشبیب بذکر بعض حوادثِ زمان کہ دراں حوادث لابد است از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[2]

"پہلی فصل میں بہ طور تشبیب، زمانے کے وہ حوادث بیان کیے جاتے ہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ انور سے استمداد ضروری ہے"

قصیدہ اطیب النغم میں عرض کرتے ہیں:

وصلّی علیك اللہ یاخیرَ خلقہ	ویاخیرَ مأمول ویاخیرَ واھب
ویاخیر من یرجی لکشف رزیۃ	ومن جودہ قد فاق جود السحائب
وانت مجیری من ھموم مُلِمّۃٍ	اذا انشبت فی القلب شرّ المخالب

"اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے تمام مخلوق سے بہتر! اے بہترین جائے اُمید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے!

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، فیوض الحرمین (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۸۶

[2] ایضاً الطیب النغم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۲

[3] ایضاً 〃 〃 〃 ص ۲۲

"اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے اُمید کی جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔"

"آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں۔"

توسّل ——— اور اہل حدیث کے مُسلّم علماء

اس سے پہلے جن اکابر علماء کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت ہر مکتبِ فکر کے نزدیک محترم اور مستند ہے۔ ذیل میں خصوصیت کے ساتھ چند اقتباسات ان علماء کے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی حضرات غیر مقلّدین کے نزدیک بڑی وقعت ہے۔

علامہ ابن قیّم لکھتے ہیں:

لاسبیل الی السعادۃ والفلاح لا فی الدنیا ولا فی الاٰخرۃ الا علی ایدی الرسل (الی ان قال) ولا ینال رضاء اللہ البتۃ الا علی ایدیھم [1]

"دُنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کے ہاتھوں ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ اپنے رسالہ "التوسل والوسیلۃ" میں لکھتے ہیں کہ صحابہ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا صحیح اور اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے وسیلے سے دُعا مانگی:

ھٰذا دعاء اقرہ علیہ جمیع الصحابۃ لم ینکر علیہ احد

---

[1] ابن القیم الجوزیہ: زاد المعاد (مصطفیٰ البابی مصر الطبعۃ الثانیہ) ج ۱، ص ۱۵

مع شهرته وهو من اظهر الاجماعات الاقرارية و دعا بمثله معاوية بن ابی سفیان فی خلافته [1]

"یہ وہ دُعا ہے جسے تمام صحابہ نے برقرار رکھا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، حالانکہ یہ دُعا مشہور ہے۔ یہ واضح ترین اجماع اقراری ہے، ایسی ہی دُعا حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں مانگی تھی۔"

قاضی شوکانی اپنے رسالہ "الدر النضید" میں لکھتے ہیں:

انّ التوسّل به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یکون فی حیاته و بعد موته و فی حضرته و مغیبته۔ انه قد ثبت التوسّل به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته وقد ثبت التوسّل بغیره بعد موته باجماع الصحابة۔ [2]

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل آپ کی حیات میں بھی ہے اور وصال کے بعد بھی، آپ کی بارگاہ میں بھی ہے اور بارگاہ سے دور بھی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ سے توسّل ثابت ہے۔ آپ کے وصال کے بعد دوسروں سے توسّل ثابت ہے۔"

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی عرض کرتے ہیں:

یا سیّدی یا عروتی و وسیلتی | یا عُدّتی فی شدّة و رخاءِ
قد جئت بابك ضارعا متضرعا | متاوّها بتنفس صعداءِ
مالی وراءك مستغاث فارحمن | یا رحمةً للعالمین بکائی [3]

---

[1] محمد عبدالرحمٰن: تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۴، ص ۲۸۲

[2] ایضاً: " " " " " "

[3] وحید الزمان، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۲۰

"اے میرے آقا! اے میرے سہارے، میرے وسیلے،
سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے۔"
"میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ میں
ذلیل ہوں، گڑگڑا ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔"
"آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے۔
اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا، پر رحم فرمائیے"
نواب وحید الزمان لکھتے ہیں؛

ولیت شعری اذا جاز التوسل الی اللّٰہ بالاعمال الصالحۃ فیقاس علیہا التوسل بالصالحین ایضا قال الجزری فی الحصن فی آداب الدعاء منہا ان یتوسل الی اللّٰہ تعالی بانبیائہ والصالحین من عبادہ۔[1]

"جب کتاب وسنت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو اس پر اولیاء کرام کے توسّل کو قیاس کیا جائے گا۔ علامہ جزری، حصن حصین میں فرماتے ہیں دُعا کا ایک ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے۔"

توسّل ——— اور علماء دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند اپنے قصائدِ قاسمی میں عرض کرتے ہیں؛

---

[1] وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی ص ۴۸

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار[1]

ثنا کر اُس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تُو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار[2]

یہ ہے اجابتِ حق کو تیری دُعا کا لحاظ
قضا و مبرم و مشروط کی سنیں نہ پُکار[3]

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ ان اشعار کا ورد کیسا ہے؟

یارسول اللہ انظر حالنا یاحبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھمّ مغرق خذ یدی سھّل لنا اشکالنا

اور قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:
"ایسے کلمات کو نظم یا نثر درد کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کفر و فسق نہیں ہے۔"[4]
مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب

کو لکھتے ہیں ؎

---

[1] محمد قاسم نانوتوی: قصائدِ قاسمی (مکتبۂ قاسمیہ، ملتان) ص ۸
[2] ایضاً: 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۵
[3] ایضاً: 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۷
[4] رشید احمد گنگوہی: فتاوی رشیدیہ (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۶۹

یا مرشدی یا موئلی یا مفزعی	یا ملجأی فی مبدئی و معادی
ارحم علیّ ایا غیاث فلیس لی	کھفی سوی حُبّیکم من زادِ
فاز الانام بکم وانی ھائم	فانظر الیّ برحمۃ یا ھادِ
یا سیّدی للہ شیئًا انہ	انتم لی المجدی وانی جادیؔ[1]

"اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انیس، میری دنیا کے، میرے دین کے لئے جائے پناہ۔

اُے میرے فریاد رسا! مجھ پر ترس کھاؤ کہ میں آپ کی حب کے سوا رکھتا نہیں کوئی توشۂ راہ۔"

"خلق فائز ہوشہا آپ سے اور ہیں حیران، رحم کی ہادیٔ من اب تو ادھر کو بھی نگاہ!"

"میرے سردار! خدا واسطے کچھ تو دیجیے۔ آپ معطی ہیں میرے، ہیں ہوں سوالی للہ!" (یہ ترجمہ تذکرۃ الرشید کے حاشیہ سے لیا گیا ہے)

تھانوی صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

یا حبیب الالٰہ خذ بیدی	ما لعجزی سواک مُستَنَدی
کن رحیما لذلتی واشفع	یا شفیع الوریٰ الی الصمدِ
اعتصامی سویٰ جنابک لی	لیس یا سیدی الیٰ احدِ

"اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمائیں، میرے عجز کا آپ کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں۔"

"آپ میری لغزش پر رحم فرمائیں اور اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے، اللہ تعالیٰ بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔"

---

[1] محمد عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ج ۱، ص ۱۱۳

"آقا! آپ کے دربار کے علاوہ میرا کوئی سہارا نہیں؛
آخر میں صحابہ وتابعین کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں"

استعینوا لعاجز مضطر   شمروا ذیلکم الی المدد[1]

"عاجز ومضطر کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کریں اور مدد کے لیے
تیار ہو جائیں۔"

توسّل ——— اور عالمِ اسلام کے موجودہ علماء

فاضل علامہ مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری، الٰہ آباد نے اپنی تالیف "مجاہدِ ملت کا حرفِ حقانیت"
میں پاک وہند اور دیگر ممالک کے علماء سے حاصل کردہ ایسے فتاویٰ جمع کر دیئے ہیں جو
مسئلۂ توسّل سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں؛

خطیبِ بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع مسجد بغداد
کے امام اور مدرّس، مولانا عبدالکریم محمد، توسّل کے جائز ہونے پر دلائل پیش کرنے کے بعد
فرماتے ہیں؛

فکیف یبقیٰ مجال انکار التوسل بذوات الرسل علیہم
الصلوٰۃ والسلام فالتوسل بھم وبالاولیاء الکرام و
باعمالھم الصالحۃ و باعمال نفس الداعین کل ذالک حق

---

[1] اشرف علی تھانوی؛ ضمان التکمیل فی زمان التعجیل (مطبع مجتبائی دہلی) ص ۱۴۲
[2] محمد عاشق الرحمٰن قادری؛ حرفِ حقانیت ص ۴۵ - ۴۳

مشروع ولا ینکرہ الا جاھل غبی انحرف عن طرق الرشد واجماع المسلمین وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن [1]

"پس رسولانِ گرامی علیہم السلام کی ذواتِ مبارکہ سے توسّل کے انکار کی گنجائش کیسے رہ جائے گی؟ ان سے، اولیاء کرام، ان کے اعمالِ صالحہ اور دُعا کرنے والے کے اپنے اعمال سے توسّل، سب حق اور مشروع ہے۔ اس کا انکار وہ جاہل اور غبی ہی کرے گا جو راہِ ہدایت اور مسلمانوں کے اجماع سے برگشتہ ہو، جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

اس جواب پر جن علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں:

مولانا محمد نمر، خطیب جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف

مولانا نوری سیاب، امام جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف

مولانا رشید حسن، بغداد شریف

مولانا محمد شیخ عبدالقادر، امام وخطیب مقام ابوشیخ، بغداد شریف

کلیۃ الشریعہ، بغداد کے استاذ علامہ احمد حسن طٰہٰ فرماتے ہیں:

فان اللہ تعالیٰ ھو المؤثر فی کل شیئ وبناء علی ھذہ العقیدۃ فلا مانع شرعا فی التوسل بالانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام مطلقا۔ بل ان التوسل لا یخل بالتوحید کما لا تخل الشفاعۃ بالتوحید [2]

"ہر شے میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس عقیدے کی بناء پر انبیاء کرام علیہم السلام

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: مجاہد ملت کا حرفِ حقانیت (مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد) ص ۴۱

[2] ایضاً " " " ص ۴۵-۴۳

سے توسل میں شرعًا ہرگز کوئی مانع نہیں ہے ، بلکہ شفاعت کی طرح توسل بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔"

حماۃ شام کے جلیل القدر عالم مولانا محمد علی تحریر فرماتے ہیں:

واذا کان التوسل مشروعا بالاعمال الصالحة دون معارض وهی مخلوقة مع کونها لا ندری هل تلك الاعمال مقبولة ام لا؟ فکیف لا یجوز التوسل بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو افضل مخلوق ومقبول لدی الله تعالیٰ فی حیاته وبعد وفاته باعتباره حیا وتعرض علیه اعمالنا دائما کما ورد۔[1]

"جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، حالانکہ یہ مخلوق ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اعمال مقبول ہیں یا نہیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے افضل ہیں، اپنی ظاہری حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی کیونکہ آپ زندہ ہیں اور ہمارے اعمال آپ کے سامنے ہمیشہ پیش کیے جاتے ہیں، جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔"

خطیبِ شام

حماۃ، شام کے علامہ عبدالعزیز طھماز مدرس وخطیب جامع سلطان فرماتے ہیں:

واذا کانت الشفاعة لیست شرکا فالوسیلة ایضا لیست شرکا لانها بمعناها فهی لیست سوی مکانة یتفضل بها علی من یشاء من عباده اظهار الفضله

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرفِ حقانیت ص ۸۱

سُبحانہ علیٰ عبدہ، قال سبحانہ فی حق موسیٰ علیہ السلام وکان عند اللہ وجیھا (الانبیاء) افلا یکون خاتم الرسل والانبیاء وجیھا عند اللہ سُبحانہ ؟ [1]

" جب شفاعت شرک نہیں ہے، تو وسیلہ بھی شرک نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ وسیلہ کا مطلب اس کے علاوہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مکرم پر احسان کو ظاہر کرنے کے لیے اس مقام کی بدولت جس بندے پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ انبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: وکان عند اللہ وجیھا کیا انبیاء ورسل کے خاتم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز نہیں ہوں گے؟"

حماۃ شام کے مفتی علامہ صالح النعمان، خطیب جامع مدفن لکھتے ہیں:

وقد اجمعت الامۃ علی جواز التوسل اذا صحت العقیدۃ واجماع الامّۃ حجۃ شرعیۃ کما قال علیہ السلام لا تجتمع امّتی علی ضلالۃ اما ما یدعیہ بعض الغلاۃ من الوھابیۃ بان حکم التوسل انہ شرک فلا دلیل علیہ شرعًا ولا عقلا [2]

توسل کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے، بشرطیکہ عقیدہ صحیح ہو اور اجماعِ امت حجتِ شرعیہ ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ بعض غالی وہابی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ توسّل شرک ہے، تو اس پر شرعی یا عقلی کوئی دلیل نہیں ہے۔

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرفِ حقانیت، ص ۵۱

[2] ایضًا " " ص ۵۵

دمشق کی جامع النجارین کے امام، علامہ ابوسلیمان زبیبی نے مسئلۂ توسل پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ان الاعتقاد بالتوسل بالانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم والاولیاء الصالحین المجمع علی فضلھم وصلاحھم وعدلھم وولایتھم ایمان لا کفر وجائز عندی لا محظور، وان المتوسل بھؤلاء الی اللہ تعالیٰ لتقضی حاجاتہ یکون مؤمنا موحدا لیس بمشرک و وتصح جمیع عباداتہ۔ [1]

"انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان اولیاء صالحین سے توسل کرنا جن کی فضیلت، تقویٰ اور عدالت وولایت پر اتفاق ہے، ایمان ہے کفر نہیں ہے، اور میرے نزدیک جائز ہے، ممنوع نہیں ہے اور جو شخص اپنی حاجتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتا ہے، وہ مومن موحد ہے مشرک نہیں اور اس کی تمام عبادتیں صحیح ہیں۔"

جمہوریہ لبنان کے مفتی شیخ حسن خالد (بیروت) فرماتے ہیں،

واما التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتوجہ بہ فی کلام الصحابۃ فیریدون بہ التوسل بدعائہ وشفاعتہ . . . . وعلی التوسل بالانبیاء والصالحین احیاءً وامواتا جرت الامۃ طبقۃ فطبقۃ۔ [2]

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرفِ حقانیت، ص ۵۹

[2] ایضاً: ” ” ص ۷۱

"صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے ان کی مراد آپ کی دُعا و شفاعت کو وسیلہ بنانا ہے۔ امتِ مُسلمہ انبیاء و اولیاء سے ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد ہر دَور میں توسُّل کرتی رہی ہے۔"

صدر مجلس اتحاد مبلّغین انڈونیشیا

جاکرتا انڈونیشیا کی مرکزی مجلس اتحاد مبلّغین کے صدر شیخ احمد تشیخو فرماتے ہیں:

واقول ان التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز فی کل قبل خلقہ وبعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا وبعد موتہ فی مدۃ البرزخ وبعد الموت فی عرصات القیامۃ والجنۃ[1]

"میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل ہر حال میں جائز ہے آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت کے بعد حیاتِ ظاہری میں، وصال کے بعد جب تک کہ آپ عالمِ برزخ میں رہیں گے اور قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد قیامت اور جنّت کے میدانوں میں۔"

ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم مجلس تحقیقاتِ شرعیہ مولوی محمد بُرہان الدین نے علامہ ابوالحسن علی ندوی کے ایماء پر ایک استفتاء کے جواب میں یہ فتویٰ صادر کیا:

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری، حرفِ حقانیت ص ۷۷

ان الاعتقاد بالتوسّل بالانبیاء لیس شرکا فالمتوسّل لیس بمشرک فنرجوالله تعالیٰ ان یتقبّل اعماله الصالحة من الصّلوٰة والحج وغیرهما[1]

"انبیاء سے توسّل کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے، لہٰذا وسیلہ پکڑنے والا مشرک نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمالِ صالحہ نماز، حج وغیرہ کو قبول فرمائے گا۔"

دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء سے شیخ نظام الدین نے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا:

"اُن عبارتوں سے معلوم ہوا اور واضح ہوا کہ یہ لوگ نہ تو مشرک ہیں اور نہ یہ فعل شرک ہے۔ ان کے روزے، نماز، حج، زکوٰۃ سب مثل دیگر مسلمانوں کے جائز و صحیح ہیں۔"[2]

شیخ عبدالعزیز بن باز

سعودی عرب کے ادارۂ بحوث اسلامیہ و افتاء کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری الٰہ آبادی کے استفتاء کے جواب میں ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کو پہلے سے لکھا ہوا ایک جواب بھجوایا، جس میں اولیاء کرام سے توسّل کی چار قسمیں بیان کی ہیں، خلاصہ درج ذیل ہے:

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرف حقانیت، ص ۱۶۱

[2] ایضاً: ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۶۷

(۱) زندہ ولی سے درخواست کی جائے کہ میرے لیے رزق کی وسعت، مرض سے شفا، یا ہدایت و توفیق کی دُعا فرمائیں، یہ جائز ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و اتباع اور محبتِ اولیاء، کا وسیلہ پیش کیا جائے، یہ بھی جائز ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے انبیاء و اولیاء کے جاہ و منزلت کے وسیلہ سے دعا کرے یہ ناجائز ہے۔

(۴) بندہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہوئے نبی یا ولی کی قسم دے یا بحق نبیہ یا بحق اولیائہ کہے، تو یہ ناجائز ہے۔"

الثالث، ان یسئال اللہ بجاہ انبیائہ او ولی من اولیائہ..... فھٰذا لا یجوز۔

الرابع، ان یسئال العبد دبہ حاجتہ مقسما بولیہ او نبیہ او بحق نبیہ او اولیائہ..... فھٰذا لا یجوز[1]

اس فتویٰ پر نائب الرئیس عبدالرزاق عفیفی اور ارکانِ لجنہ عبداللہ منیع اور عبداللہ بن غدیان کے دستخط ہیں۔

گزشتہ صفحات میں تیسری اور چوتھی قسم کا حکم صحابہ کرام اور علماء اسلام کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس جگہ صرف اس قدر کہنا ہے کہ نجدی علماء اور ندوۃ العلماء کے اراکین نے اپنے تمام تر تشدد کے باوجود ان قسموں کو صرف ناجائز کہا ہے، شرک قطعاً نہیں کہا ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسئلہ توسل پر مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری مدظلہ کا ایک مبسوط اور مدلل عربی فتویٰ بھی "حرفِ حقانیت" میں شامل ہے جس میں بیسیوں مستند ماخذ کے حوالہ جات

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری؛ حرفِ حقانیت، ص ۱۹-۲۱۷

درج ہیں۔ یہ فتویٰ مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے اُردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔
مکتبہ ایشیق، استانبول، ترکیا کی طرف سے التوسل کے نام سے عربی میں چھپ چکا ہے۔

السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی، کویت

حضرت شیخ سید احمد رفاعی کبیر قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے کویت کے معروف اور عظیم المرتبت سکالر، سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

والحاصل ان مذهب اهل السنّة والجماعة صحة التوسّل وجوازه بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم فى حياته وبعد وفاته وكذا بغيره من الانبياء والمرسلين والاولياء والصّالحين كما دلت الاحاديث السابقة ...... واما الذين يفرقون بين الاحياء والاموات حيث جوزوا بعض التوسلات بالاحياء لا للاموات، فهم القريبون من الزلل لانهم اعتبروا ان الاحياء لهم التأثير دون الاموات، مع انه لا تأثير ايجاد يا لغير الله سبحانه وتعالىٰ على الاطلاق وأما الافادة وفيض البركات والاستفادة من ارواحهم استفادة اعتيادية، وتوجه ارواحهم الى الله سبحانه وتعالىٰ طالبين فيض الرحمة على ذٰلك المتوسل، فهو شيئ جائز و واقع وخال عن كل خلل بدون الفرق بين الاحياء والاموات[1]

---

[1] السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی، الرد المحکم المنیع (کویت ۱۹۸۴ء) ص ۷-۸۶

"حاصل یہ کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں اور وصال کے بعد، اسی طرح باقی انبیاء و مرسلین اور اولیاء وصالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے جیسے کہ گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا جو لوگ زندوں اور مُردوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندوں سے توسل کی بعض قسمیں جائز ہیں اور جو وصال فرما چکے ہیں، ان سے جائز نہیں، وہ لغزش کے قریب ہیں، کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ زندہ تاثیر کرسکتے ہیں، مردے نہیں کرسکتے، حالانکہ ایجادی تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ رہا فائدہ دینا اور برکتیں عطا فرمانا اور ان کی روحوں سے عادی استفادہ اور ان کی رُوحوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس متوسل کے لیے فیض رحمت کا طلب کرنا تو یہ جائز اور واقع ہے اور ہر خلل سے خالی ہے، زندوں اور وصال یافتہ حضرات میں فرق نہیں ہے۔"

حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے دن توسل!

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

الحالة الثانية بعد موته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عرصات القیامة بالشفاعة منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذالک مما قام علیه الاجماع وتواترت الاخبار به۔ [1]

---

[1] تقی الدین السبکی، امام: شفاء السقام ص ۱۷۳

"دوسری حالت، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد قیامت کے میدان میں آپ کی شفاعت طلب کی جائے گی - اس پر اجماع ہو چکا ہے اور احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔"

اربابِ ولایت سے توسّل

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں طریقۂ شطاریہ صرف شیخ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سے رائج ہے، ورنہ ان سے پہلے یہ طریقہ زیادہ شہرت نہیں رکھتا تھا:

وبالجملہ ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشید و ایشاں بعمل آنچہ در "جواہر خمسہ" ہست اجازت دادند۔ [۱]

"مختصر یہ کہ اس فقیر نے یہ خرقہ شیخ ابوطاہر کردی سے پہنا اور انہوں نے "جواہر خمسہ" کے اعمال کی اجازت دی۔"

اس کے بعد دو سندیں بیان کیں، جو شیخ ابوطاہر سے شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی ہیں، بعد ازاں فرماتے ہیں؛

ایں فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری یافت ایشاں اجازت "دعائے سیفی" دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایشاں دریں زمانہ یکے از اعیان مشائخ طریقۂ احسنیہ و شطاریہ بودند۔ [۲]

---

[۱] شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، انتباہ (کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد) ص ۸-۱۵۷

[۲] ایضاً " " " ص ۸-۱۵۷

"یہ فقیر سفرِ حج میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی، تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی، بلکہ جواہرِ خمسہ کے تمام اعمال کی اجازت دی اور اپنی سند بیان کی، وہ اُس زمانہ میں طریقہ احسنیہ اور شطاریہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔"

اسی جواہرِ خمسہ میں یہ عمل بھی ہے:

فتوحِ ابوابِ اقبال کے واسطے ہر روز پانسو بار پڑھے:

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بنبوتک یا محمدُ وبولایتک یا علیُّ یا علیُّ یا علیُّ۔[1]

یہ ورد کیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت اور توسل ہے۔ اس میں اگر شرک کی کوئی بات ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جواہرِ خمسہ کے اعمال کی اجازتیں لیتے؟ حضرت شاہ صاحب اور ان کے مشائخ اس شرک کو برداشت کرتے؟ ہرگز نہیں!

شیخ الاسلام شہاب الدین رملی کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

سئل شیخ الاسلام الرملی عما یقع من العامۃ عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذالک فھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم؟ فاجاب بان الاستغاثۃ بالاولیاء والانبیاء والصالحین والعلماء جائزۃ فان لھم اغاثۃ بعد موتھم کحیاتھم فان معجزات الانبیاء کرامۃ للاولیاء۔[2]

---

[1] شاہ محمد غوث گوالیاری: جواہرِ خمسہ (دار الاشاعت، کراچی) ص ۵۳-۵۴

[2] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی: مشارق الانوار (المطبعۃ الشرفیۃ، مصر) ص ۵۹

"شیخ الاسلام رملی سے پوچھا گیا کہ عوام النّاس جو مصیبتوں کے وقت یاشیخ فلاں وغیرہ کہتے ہیں کیا مشائخ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا، اولیاء، انبیاء، صالحین اور علماء سے استغاثہ جائز ہے کیونکہ وہ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں، جیسے اپنی حیات میں امداد فرماتے تھے، اس لیے کہ انبیاء کے معجزے اولیاء کی کرامتیں ہیں۔"

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

فان قال القائل: ھٰذہ الصفات مختصۃ بالمولیٰ سبحانہ وتعالیٰ فالجواب ان کل من انتقل الی الآخرۃ من المؤمنین، فھم یعلمون احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع ذالک فی الکثرۃ بحیث المنتھٰی من حکایات وقعت منھم ویحتمل ان یکون علمھم بذالک حین عرض اعمال الاحیاء علیھم ویحتمل غیر ذالک وھٰذہ اشیاء مغیبۃ عنا۔

وقد اخبر الصادق علیہ الصلوٰۃ والسلام بعرض للاعمال علیھم فلا بد من وقوع ذالک والکیفیۃ فیہ غیر معلومۃ، واللہ اعلم بھا، وکفی فی ھٰذا بیانا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "المؤمن ینظر بنور اللہ" ونور اللہ لا یحجبہ شیئ، ھٰذا فی حق الاحیاء من المؤمنین، فکیف من کان منھم فی الدار الآخرۃ۔ [1]

---

[1] ابن الحاج، امام، المدخل، ج ۱، ص ۲۵۳

"اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام مومنین جو آخرت کی طرف انتقال کر چکے ہیں، اکثر و بیشتر زندوں کے احوال جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے واقعات انتہائی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اس وقت علم ہو جب زندوں کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور یہ چیزیں ہم سے مخفی ہیں۔

نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اموات پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا اس کا وقوع ضروری ہے، البتہ کیفیت معلوم نہیں ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس حقیقت کے بیان کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، یہ زندہ مومنوں کے حق میں ہے۔ ان مومنوں کا کیا عالم ہوگا جو دارِ آخرت میں ہیں؟"

حضرت علامہ نے واضح طور پر بتا دیا کہ اس عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔ نیز جب زندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے تو جو حضرات اگلے جہان میں جا چکے ہیں، ان کی قوتِ ادراک تو اور بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت علامہ شیخ حسن العدوی الحمزاوی فرماتے ہیں:

وما یقع من بعض العوام من قولهم یاسیّدی فلان مثلا ان قضیت لی کذا او شفیت لی مریضی فلك علیّ کذا فهو من الجهل بالنسبة بکیفیّة الطلب ولکن لا یعد کفرا لانهم لا یقصدون بذالك الایجاد من الولی وانما یجعلونه فی نیاتهم وسیلة الی مولاهم

حیث کان المتوسّل به فی اعتقادهم من اهل القرب والمحبّۃ للخالق الا تری انهم یکررون فی اثناء کلامهم یاصاحب النفس الطاهر عند ربك المطلب لی من مولاك یفعل بی کذا فان ذالك دلیل منهم علی انفراد اللہ بالفعل وانه لا شیئ للولی الا مجرد التسبب وانه لا یُردُّ المتوسِّل به لان الفریب المحبوب لا یرد -

فھو من باب قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رُبَّ اشعث اغبر ذی طمرین لو اقسم علی اللہ لا برّہ و قد ذکر بعض العارفین ان الولی بعد موته اشد کرامة منه فی حال حیاته لانقطاع تعلقه بالمخلوق وتجرد روحه للخالق فیکرمه اللہ بقضاء حاجة المتوسّلین به [1]

" یہ جو بعض عوام کہتے ہیں یا سیّدی فلاں مثلاً اگر آپ میری یہ مراد پوری کر دیں یا میرے مریض کو شفا دیں، تو آپ کے لیے میرے ذمّے اتنی چیز ہے، تو یہ مانگنے کے طریقے سے جہالت ہے (کہنا یہ چاہیئے کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے طفیل میری حاجت پوری فرما) لیکن اسے کفر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ان لوگوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ولی میرے مقصد کو پیدا کرے گا، ان کی نیّت تو یہ ہوتی ہے کہ اس ولی کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنائیں، کیونکہ جس کا وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے وہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کا مقرّب اور محبوب ہے

---

[1] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی؛ مشارق الانوار۔ ص ۵۸

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی گفتگو میں بار بار اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اے بارگاہِ خدا میں پاکیزہ نفس والے! اپنے رب سے درخواست کریں کہ میرا یہ مقصد پورا فرما دے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے، ولی صرف سبب اور وسیلہ ہے اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا مردود نہیں ہوتا، کیونکہ محبوب اور مقرب کے سوال کو رد نہیں کیا جاتا۔

تو یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے قبیلے سے ہے کہ کئی پراگندہ بالوں والے گرد آلود جن کا سرمایۂ حیات دو چادریں ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم دے کر بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کریں، تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا فرما دیتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا؛ ولی کی زندگی کی نسبت، وصال کے بعد کرامت کا زیادہ ظہور ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق مخلوق سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کی روح کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کا وسیلہ پیش کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔"

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جبہ مبارک تھا۔ سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی۔ سلطان محمود غزنوی، اچانک گھوڑے سے اُتر کر ایک گوشے میں چلے گئے۔ وہ جُبّہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں چلے گئے اور دعا مانگی؛

"الٰہی بآبروئے خداوندِ ایں خرقہ کہ ما را بریں کفار ظفر دِہ کہ ہرچہ از غنیمت می گیرم بدرویشاں دہم"[1]

"بار الٰہا! اس جبّے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما جو کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کر دوں گا۔"

[1] شیخ فریدالدین عطار؛ تذکرۃ الاولیاء، فارسی (مطبع اسلامیہ لاہور) باب ۷۲، ص ۳۴۴

اچانک دشمن کی طرف سے شور اُٹھا اور تاریکی چھاگئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور مختلف حصوں میں بٹ گئے، لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہوگئی۔ اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں فرماتے ہوئے سُنا:

اے محمود! آبروئے خرقۂ ما بُردی بردرگاہِ حق کہ اگر دراں ساعت درخواستی جملہ کفار را اسلام روزی کردے۔

"محمود! تم نے دربارِ الٰہی میں ہمارے جبّے کی قدر نہ کی، اگر تم چاہتے تو تمام کافروں کے لیے اسلام کی درخواست کرتے۔"

فقیہ جلیل حضرت علامہ ابن عابدین شامی، کتاب اللقطہ کے آخر میں ایک منہیہ (حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شیئ واراد ان یَرُدَّ اللہ سبحانه علیه فلیقف علی مکان عالٍ مستقبلَ القبلة ویقرأ الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی صلّی اللہ تعالیٰ علیه وسلّم ثم یهدی ثواب ذالك لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم تردَّ علیّ ضالتی والا نزعتك من دیوان الاولیاء فان اللہ یرد علی من قال ذالك ضالته ببرکته، اجهوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنهج للداؤدی رحمہ اللہ - ۱۲ منه [1]

"حضرت زیادی فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہوجائے اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس فرمادے تو بلند جگہ کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے

---

[1] ابن عابدین شامی، علامہ: ردالمحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۳، ص ۳۲۴

اور اس کا ثواب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پھر سیدی احمد بن علوان کی خدمت میں پیش کرے اور کہے سیدی احمد! اے ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی، تو میں آپ کا نام دفترِ اولیاء سے خارج کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے وہ چیز واپس فرمادے گا۔

یہ علامہ اجہوری کا کلام مع اضافہ ہے جیسے کہ داؤدی نے شرح منہج میں نقل فرمایا۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ محشی بخاری کا تذکرہ بڑے شاندار انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ او فوق الذکر است و اُو آخر محققانِ صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند و بشاگردی او اجلّہ علماء مفتخر و مباہی بودہ اند مثل شہاب الدین القسطلانی و شمس الدین لقانی۔

و او را قصیدہ ایست بہ طورِ قصیدۂ جیلانیہ کہ بعض ابیات او اینست[1]

انا لمریدی جامع لشتاتہ	اذا ما سطا جور الزمان بنکبۃ
وان کنت فی ضیق وکرب و وحشۃ	فنادِ بیا زروق اٰتِ بسرعۃ[1]

مختصر یہ کہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کا مرتبہ بیان نہیں کیا جاسکتا، وہ محققینِ صوفیہ کے آخری بزرگ ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا۔ بڑے بڑے علماء مثلاً شہاب الدین قسطلانی اور شمس الدین لقانی نے اُن کی شاگردی پر فخر کیا۔

قصیدۂ غوثیہ کے طریقے پر ان کا قصیدہ ہے، جس کے چند شعر یہ ہیں:

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی: بستان المحدثین، فارسی کا اردو (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ص ۳۲۲

- میں اپنے مرید کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرنے والا ہوں، جب زمانے کی تندی اس پر کوئی مصیبت ڈھا دے۔
- اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہے، تو یا زروق پکار میں فوراً آجاؤں گا۔"

اگر ان اشعار کو مشرکانہ قرار دیا جائے، تو شاہ عبدالعزیز اور ان کی سند سے وابستہ لوگوں کو کیا حکم ہوگا؟ جو یہ اشعار دھوم دھڑلے سے نقل کر رہے ہیں۔

صاحبِ دُرِّ مختار کے استاذ علامہ خیر الدین رملی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

واما قولهم یا شیخ عبد القادر، فهو نداء و اذا اضیف الیه شیئ اکراما لله فما الموجب لحرمته (الی ان قال) ووجه التکفیر بانه طلب شیئ لله وهو جل وعلا غنی عن کل شیئ والکل محتاج الیه وهذا لایختلج فی خاطر احد فان ذکره تعالیٰ للتعظیم کما فی قوله تعالیٰ فان لله خمسه ومثله کثیر[1]

"عامۃ المسلمین کا یا شیخ عبدالقادر کہنا ندا ہے اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ کا اضافہ کیا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و رضا کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے کفر قرار دینے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں اور یہ مطلب کسی کے تصور میں بھی نہیں آتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تعظیم کے لیے ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے: فان لله خمسه (الآیۃ) اس کی مثالیں بہت ہیں۔

---

[1] خیر الدین رملی، علامہ، فتاویٰ خیریہ، برحاشیہ فتاویٰ حامدیہ (حاجی عبدالغفار، قندھار) ج ۲، ص ۲۸۲

صلوٰۃِ غوثیہ

شہبازِ لامکانی، محبوبِ سبحانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاج اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دُعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کُشِفَتْ عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسّل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہٗ و من صلّی رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی علی رسول اللہ بعد السلام ویسلم علیہ و یذکرنی ثم یخطوالی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکراسمی و یذکرحاجتہ فانھا تقضی باذن اللہ۔ [1]

"جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے، اس کی وہ تکلیف دُور کی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے، وہ مصیبت دُور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے، اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔

اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ

---

[1] ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی، بہجۃ الاسرار (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۱۰۲

مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔"

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

اَیُدرِکُنی ضَیم وانت ذخیرتی	واُظلَم فی الدنیا وانت نصیری
وعار علی حامی الحمیٰ وھو منجدی	اذا ضل فی البید اعقال بعیری[۱]

- "کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ستم کیا جائے گا، جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔
- حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اُونٹ کی رسّی گم ہو جائے تو یہ بات محافظ کے لیے باعثِ عار ہے۔"

غور کیا جائے تو صلوٰۃِ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا مانگو۔ انہوں نے دُعا مانگی، تو اُن کی بینائی بحال ہو گئی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں یہی عمل کیا، تو ان کا مقصد پورا ہو گیا، وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سیّدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت برآتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃِ غوثیہ کا طریقہ خود سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے جسے علامہ علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی

---

[۱] محمد بن یحییٰ المتاذفی الحلبی، علامہ: قلائد الجواہر (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۳۶

(م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملّا علی قاریؒ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے روایت کیا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذاللہ! حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرک کی تعلیم دی ہے، تو اس کی مرضی! لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا بریلوی، حضرت علّامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء و ائمۂ قرأت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں۔ امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نوراللہ مرقدہٗ سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پُرنور سیّد السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوالِ شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور،

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالتِ شان عالم آشکار اس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔ امام محدث محمد بن محمد بن جزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی۔" [۳]

---

[۱] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ، نزہۃ الخاطر الفاتر، اُردو ترجمہ (سنّی دارالاشاعت فیصل آباد) ص ۹،

[۲] عبدالحق المحدث الدہلوی، شیخ محقق، زبدۃ الاسرار (مطبع بکسلنگ کمپنی، بمبئی) ص ۱۰۱

[۳] احمد رضا بریلوی، امام، انوار الانتباہ (مکتبہ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ) ص ۱۵

علامہ انور شاہ کشمیری (دیوبندی) کہتے ہیں:

هكذا نقل الشطنوفي ووثقه المحدثون۔ [1]

"اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے"

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کو وسیلہ بنانے اور ان سے استعانت کا یہ وہ عقیدہ ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ سے آج تک جمہورِ امت اور ائمۂ اسلام کے نزدیک مقبول اور معمول چلا آیا ہے۔ یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں دنیائے اسلام کے مسلّم اور مستند علماء کے ارشادات اور قرآن و حدیث کے حوالے سے اپنے معتقدات کو پیش کیا ہے۔

مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ بریلویوں کے خصوصی عقائد میں سے ہے اور اسی آڑ میں وہ اپنے تمام فتوے جاری کر دیتے ہیں — انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کا یہ عالم ہے کہ شدید سے شدید زبان استعمال کرنے کے باوجود ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

مثلاً کہا جاتا ہے:

"بریلویوں کے امتیازی عقائد وہی ہیں جو دین کے نام پر بُت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ ائمۂ اسلام اور ملّتِ حنیفیہ کے مجددین نے ان عقائد کے خلاف جہاد کیا، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں موجود تھے، ان کے خلاف قرآن اور حاملِ قرآن نے جہاد کیا۔

وہ عقائد کیا تھے ——— ؟ غیر اللہ سے استعانت وغیرہ" (ملخصاً) [2]

اب آپ ہی انصاف کریں کہ سلف صالحین کا تسلسل حق پر ہے یا یہ مخصوص فرقہ؟

---

[1] انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی، قاہرہ) ج ١، ص ٦١

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ٥٥

انوار الانتباہ

فی حل نداء یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید موحّد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بکلمۂ یا ندا کرتا اور اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یا اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہیں ان کا کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا بِالْکِتَابِ تُوْجَرُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا

الجواب

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا ضال" مُضِل"، جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام، امام علام بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدّین ابو الحسن علی سبکی و مواہب لدنیّہ امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرّات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوّۃ، تصانیف شیخ عبد الحق محدّث دہلوی و افضل القرٰے

شرح ام القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے یہاں فقیر بقدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح مذیّل بطراز گرانبہائے تصحیح جسے امام نسائی وامام ترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وامام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلّم ومقرر رکھا جس میں حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْٓ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ [1]

" الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

---

[1] ابو عیسےٰ ترمذی : ترمذی شریف مطبع امین کمپنی اردو بازار دہلی ج ۲ ص ۱۹۷
محمد بن یزید قزوینی: ابنِ ماجہ شریف احیاء التراث العربی ج ۱ ص ۴۴۱
امام حاکم : مستدرک دار الفکر بیروت ج ۱ ص ۵۱۹
ابوبکر محمد بن اسحٰق : صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۲۶

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے :-

إنّ رجلاً كان يختلف إلى عثمان بن عفّان رضي الله تعالى عنه في حاجة له، وكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر في حاجته، فلقي عثمن بن حنيف رضي الله تعالى عنه فشكى ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصلّ فيه ركعتين ثم قل اللّهم إنّي أسئلك وأتوجّه إليك بنبيّنا نبيّ الرحمة يا محمد إنّي أتوجّه بك إلى ربّي فيقضي حاجتي وتذكر حاجتك ورُح إليّ حتّى أروح معك۔

فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثمّ أتى باب عثمان رضي الله تعالى عنه فجاء البوّاب حتّى أخذه بيده فأدخله على عثمان بن عفّان رضي الله تعالى عنه فأجلسه معه على الطنفسة وقال حاجتك؟ فذكر حاجته فقضاها ثمّ قال ما ذكرت حاجتك حتّى كانت هذه الساعة وقال ما كان لك من حاجة فأتنا ثمّ إنّ الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه فقال له جزاك الله خيراً ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت إليّ حتّى كلّمته فيّ فقال عثمن بن حنيف رضي الله تعالى عنه والله ما كلّمته ولكن شهدت رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم وأتاه رجل ضرير فشكا إليه ذهاب بصره فقال له النبيّ صلّى الله تعالى عليه وسلّم ائت الميضأة فتوضّأ ثمّ صلّ ركعتين ثمّ

اُدْعُ بِهٰذِہِ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ عُثْمٰنُ بْنُ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَوَاللّٰہِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْنَا الرَّجُلُ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ ضُرٌّ قَطُّ [1]

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ! الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے توسُّل سے اپنے رب کی طرف مُتوجِّہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت ذکر کر' پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔

حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لا اَقل کبار تابعین سے تھے) یوہیں کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا، امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان نہ کیا، پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] امام طبرانی : معجم صغیر ص ۱۰۳

ملے اور کہا اللہ تعالےٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا، حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی، حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے، خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا نہ تھا۔"

امامِ طبرانی پھر امامِ منذری فرماتے ہیں والحدیث صحیح، امامِ بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی و امام ابنِ بشکوال روایت کرتے ہیں:۔

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہ فَانْتَشَرَتْ[۱][۲]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا پاؤں سو گیا، کسی نے کہا انہیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، حضرت نے باآوازِ بلند کہا یا محمداہ! فوراً پاؤں کھل گیا۔"

امامِ نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کتاب الاذکار میں اس کا مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس

---

[۱] محمد بن اسماعیل بخاری : کتاب الادب المفرد مطبوعہ مکتبہ ص ۲۵۰

[۲] ولفظ البخاری ص۱۹۳ خدرت رجل ابن عمر فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمداہ ۱۲ منہ

رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس کسی آدمی کا پاؤں سو گیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا تو اس شخص کو یاد کر جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے، تو اس نے یا محمداہ کہا، اچھا ہو گیا۔[۱] اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاءِ امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :-

هٰذَا مِمَّا تَعَاهَدَهُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ[۲] ع[۴]

حضرتِ بلال بن الحارث مزنی سے قحطِ عام الرمادہ میں کہ بعد خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی، یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ندا کی یا محمداہ! پھر حضورِ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر بشارت دی ذَكَرَهٗ فِی الْكَامِلِ[۳]

امامِ مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمٰن ہُذَلی کوفی مسعودی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پوتے اور اجلۂ تبع تابعین و اکابرِ ائمۂ مجتہدین سے ہیں، سَر پر بلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا محمد یا منصور! اور ظاہر ہے کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَيْنِ۔ ع[۵]

۱؎ امامِ نووی : کتاب الاذکار مطبع مکتبہ دار التعاون، مکہ ص ۱۳۵

۲؎ شہاب الدین خفاجی : نسیم الریاض دار الفکر، بیروت ج ۳ ص ۳۵۵

۳؎ ابنِ اثیر : تاریخ کامل دار الصادر، بیروت ج ۲ ص ۵۵۶

ع۴ (ترجمہ) یا محمداہ کہنا اہلِ مدینہ کا معمول تھا۔ ع۵ قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔

ہشیم بن جمیل انطاکی کہ ثقات علمائے محدثین سے ہیں، انہیں امام اجل کی نسبت فرماتے ہیں:

رَأَيْتُهُ وَعَلٰى رَأْسِهٖ قَلَنْسُوَةٌ أَطْوَلُ مِنْ ذِرَاعٍ مَكْتُوبٌ فِيهَا مُحَمَّدٌ يَا مَنْصُورُ ذَكَرَهٗ فِي تَهْذِيبِ التَّهْذِيبِ وَغَيْرِهٖ[1]

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوے میں ہے:-

سُئِلَ عَمَّا يَقَعُ مِنَ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ يَا شَيْخُ فُلَانٍ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمْ لَا فَاَجَابَ بِمَا نَصُّهٗ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَائِزَةٌ وَلِلْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ الخ[2]

یعنی" ان سے استفسار ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔"

علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب دُرِّ مختار فتاوی خیریہ میں فرماتے ہیں:-

قَوْلُهُمْ يَا شَيْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ نِدَاءٌ فَمَا الْمُوْجِبُ

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد : میزان الاعتدال دار المعرفۃ للطباعۃ، بیروت ج ۲ ص ۵۷۴

ع (ترجمہ) میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ہاتھ بھر لمبی ٹوپی رکھتے تھے جس میں لکھا تھا "محمد یا منصور"۔

[2] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی : مشارق الانوار (المکتبۃ اشرفیہ، مصر) ص ۵۹

لِحُرْمَتِہٖ ؟ [1]

"لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک ندا ہے، پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟"

سیّدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:۔

سُئِلْتُ عَمَّنْ یَقُوْلُ فِیْ حَالِ الشَّدَائِدِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ یَا عَلِیُّ اَوْ یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرِ مَثَلًا ھَلْ ھُوَ جَائِزٌ شَرْعًا اَمْ لَا؟ اَجَبْتُ نَعَمْ اَلْاِسْتِغَاثَۃُ بِالْاَوْلِیَاءِ وَنِدَاؤُھُمْ وَالتَّوَسُّلُ بِھِمْ اَمْرٌ مَّشْرُوْعٌ وَشَیْءٌ مَّرْغُوْبٌ لَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا مُکَابِرٌ اَوْ مُعَانِدٌ وَقَدْ حُرِمَ بَرَکَۃَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ الخ

یعنی "مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہے یا رسول اللہ یا یا علی یا یا شیخ عبدالقادر مثلاً، آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں، اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسّل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحبِ عناد اور بے شک وہ اولیاءِ کرام کی برکت سے محروم ہے۔"

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیاءِ عظام کا عظیم الشان واقعہ بسندِ مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے:۔

فَاَسَرَہُ الرُّوْمُ مَرَّۃً فَقَالَ لَھُمُ الْمَلِکُ اِنِّیْ اَجْعَلُ فِیْکُمْ

---

[1] علامہ خیر الدین رملی: فتاوٰے خیریہ (مطبوعہ ارگ بازار قندھار، افغانستان) ج ۲ ص ۲۸۲

الْمُلْكَ وَاُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِيْ وَتَدْخُلُوْنَ فِي النَّصْرَانِيَّةِ فَأَبَوْا وَ
قَالُوْا يَا مُحَمَّدَاهْ۔

یعنی "ایک بار نصارائے روم انہیں قید کر کے لے گئے، بادشاہ نے
کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دونگا، تم نصرانی
ہو جاؤ، انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔"

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اُس میں ڈال دیا، تیسرے
کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا، وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت
ملائکہ کے بیداری میں اُن کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی
میں شریک ہونے کو بھیجا ہے، انہوں نے حال پوچھا، فرمایا:

مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِيْ رَأَيْتَ حَتّٰى خَرَجْنَا فِي
الْفِرْدَوْسِ۔

"بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا، اس کے بعد ہم جنتِ
اعلیٰ میں تھے۔"

امام فرماتے ہیں:۔

كَانُوْا مَشْهُوْرِيْنَ بِذٰلِكَ مَعْرُوْفِيْنَ بِالشَّامِ فِي الزَّمَنِ الْاَوَّلِ
"یہ حضرات زمانہ سلف میں شام میں مشہور تھے اور اُن کا یہ واقعہ معروف"

پھر فرمایا شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، ازانجملہ یہ بیت ہے ؎

سَيُعْطِي الصَّادِقِيْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ
نَجَاةً فِي الْحَيٰوةِ وَفِي الْمَمَاتِ[1]

---

[1] جلال الدین سیوطی، امام: شرح الصدور مطبوعہ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۸۹، ۹۰
(بحوالہ عیون الحکایات)

"قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ سچے ایمان والوں کو اُن کے سچ کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا۔"

یہ واقعہ عجیب نفیس و روح پرور ہے، میں بخیالِ تطویل اسے مختصر کر گیا، تمام و کمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے مَنْ شَآءَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْہِ، یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں یارسول اللہ! کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت و شہادت کیسی اور جنت الفردوس میں جگہ پانی، کیا معنےٰ اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان ائمۂ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت و ولایت کس وجہ سے مسلّم رکھی اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرسوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کَمَا ذَکَرَہٗ فِی الرِّوَایَۃِ نَفْسِہَا اور طرسوس ایک ثغر ہے یعنی دار الاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کَمَا ذَکَرَہُ الْاِمَامُ السُّیُوْطِیُّ فِیْ تَارِیْخِ الْخُلَفَآءِ[1]

ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابعین و تبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لا اقل تبع تابعین سے تھے وَاللّٰہُ الْھَادِیْ۔

حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادٰی بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ لَہٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَیَذْکُرُنِیْ ثُمَّ یَخْطُوْ اِلٰی جِھَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ خُطْوَۃً یَذْکُرُ

---

[1] علامہ سیوطی فرماتے ہیں طرسوس کی تعمیر ابو سلم نے کی۔ شرح الصدور، عربی، ص ۸۹ ۱۲ قادری

فِيهَا اِسْمِي وَيَذْكُرُ حَاجَتَهُ، فَاِنَّهَا تُقْضٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ[1]

یعنی "جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر نداء کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسّل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اُن میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے، اُس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔"

اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام مثل امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبد اللہ بن اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ و مولٰنا ابو المعالی محمد مسلمی قادری و شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیف جلیلہ بہجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر و تحفۂ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابو الحسن نور الدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف، اعاظم علماء و ائمہ قرات و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابو صالح نصر قدس سرہ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق نور اللہ مرقدہ سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں۔ یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور

---

[1] امام ابو الحسن نور الدین علی : بہجۃ الاسرار مطبوعہ مکتبہ مصطفٰے البابی مصر ص ۱۰۲

ہے اور اُس کے مصنف علمائے قرارت سے عالمِ معروف ومشہور اور ان کے احوالِ[1] شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور[2]

امام شمس الدین ذہبی کہ علمِ حدیث واسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اُس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد بن الجزری مصنِّفِ حصنِ حصین اُس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں، انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اُس کی سند واجازت حاصل کی[3]

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس نماز مبارک کا دلائلِ شرعیہ واقوال وافعالِ علماء واولیاء سے ثبوتِ جلیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کے رسالہ "اَنْہَارُ الْاَنْوَارِ مِنْ یَمِّ صَلٰوۃِ الْاَسْرَارِ" میں ہے فَعَلَیْکَ بِہَا تَجِدُ فِیْہَا مَا یَشْفِی الصُّدُوْرَ وَیَکْشِفُ الْعَمٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہّاب شعرانی قدس سرّہ الربانی کتاب مستطاب لواقح الانوار فے طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:۔

"سیّدی محمد غمری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لئے جاتے تھے، ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، بآواز پکارا یا سیّدی محمد یا غمری، اُدھر ابنِ عمر حاکمِ صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کئے لئے جاتے تھے، ابنِ عمر نے فقیر کا ندا کرنا سُنا، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا

---

[1] امام جلال الدین سیوطی نے ان جناب کو الامام الاوحد لکھا، یعنی امامِ یکتا بے نظیر ۱۲ منہ

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الآثار، فارسی (بکسنگ کمپنی بمبئی ۱۳۰۴ھ) ص ۲

[3] ایضاً : ص ۳

میرے شیخ، کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں یَا سَیِّدِیْ مُحَمَّدُ یَا غَمْرِیْ لَا تَحْظِنِیْ اے میرے سردار اے محمد غمری مجھ پر نظرِ عنایت کرو، ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیّدی محمد غمری رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابنِ عمر کو خلعت دیکر رخصت کیا۔[۱]

اُسی میں ہے:

"سیّدی شمس الدّین محمد حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے حجرۂ خلوت میں وضو فرمارہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اُس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی، دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے، جب تک وہ پہلی واپس آئے۔ ایک مدّت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالےٰ حضرت کو جزائے خیر دے، جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا، میں نے اپنے دل میں کہا یا سیّدی محمد یا حنفی! اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اُس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر اُلٹا ہوگیا اور مجھے بہ برکت حضرت اللہ عزّوجلّ نے نجات بخشی[۱]

اُسی میں ہے:۔

"ولیِّ ممدوح قدس سرّہ کی زوجۂ مقدسہ بیماری سے قریبِ مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں یا سیّدی اَحْمَدُ یَا بَدَوِیُّ خَاطِرُکَ مَعِیْ اے میرے سردار! اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے، ایک دن حضرت سیّدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے

---

[۱] عبدالوہاب شعرانی امام: طبقات الکبریٰ مطبوعہ مکتبہ مصطفےٰ البابی، مصر ج ۲ ص ۹۴

فریاد کرے گی، تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے اور جو کسی ولیِّ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ یا سیّدی محمد یا حنفی! کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ اُن بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا۔"[1]

اسی میں ہے حضرتِ ممدوح رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے:۔

"مَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ إِلٰى قَبْرِيْ وَيَطْلُبُ حَاجَتَهٗ أَقْضِهَا لَهٗ فَإِنَّ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ غَيْرُ ذِرَاعٍ مِّنْ تُرَابٍ وَكُلُّ رَجُلٍ يَحْجُبُهٗ عَنْ أَصْحَابِهٖ ذِرَاعٌ مِّنْ تُرَابٍ فَلَيْسَ بِرَجُلٍ"[2]

"جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے، میں روا فرما دوں گا کہ مجھ میں، تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کر دے وہ مرد کاہے کا؟"

اسی طرح حضرت سیّدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے احوالِ شریفہ میں لکھا:۔

كَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَنَا مِنَ الْمُتَصَرِّفِيْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَمَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ إِلٰى قُبَالَةِ وَجْهِيْ وَيَذْكُرُهَا لِيْ أَقْضِهَا لَهٗ[3]

---

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام : طبقات الکبرٰی ج ۲ ص ۹۴

[2] ایضاً : ص ۹۶

[3] ایضاً : ص ۱۰۵

فرمایا کرتے تھے "میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرۂ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے، میں روا فرما دوں گا۔"

اُسی میں ہے :-

"مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وضو فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی، انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بد وضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیر و مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا، یوں ندا کی یَا شَیْخَ اَبِیْ لَاحِظْنِیْ ! اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے۔ یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی، لڑکی نے نجات پائی، وہ کھڑاؤں ان کی اولاد میں اب تک موجود ہے [۱]

اسی میں سیدی موسےٰ ابو عمران رحمہ اللہ تعالٰی کے ذکر میں لکھتے ہیں :-

كَانَ اِذَا نَادَاهُ مُرِيْدُهٗ اَجَابَهٗ مِنْ مَسِيْرَةِ سَنَةٍ اَوْ اَكْثَرَ [۲]

"جب ان کا مرید جہاں کہیں سے اُنہیں ندا کرتا، جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔"

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دھلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر

---

[۱] عبدالوہاب شعرانی، امام : طبقات الکبرےٰ ج۲ ص ۱۰۲

[۲] ایضاً ج۲ ص ۲۱

مبارک حضرت سیّد اجل شیخ بہاؤ الحق والدین بن ابراہیم وعطاء اللہ الانصاری القادری الشطّاری الحسینی رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالۂ مبارکہ شطّاریہ سے نقل فرماتے ہیں :-

" ذکرِ کشفِ ارواح یا احمد یا محمد ! درو دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راست بگوید و یا محمّد را در چپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ ! طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا گوید و چپا یا محمد و در دل وہم کند یا مصطفےٰ۔ دیگر ذکر یا احمد یا محمّد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے ملٰئکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یا جبرئیل، یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل چہار ضربی، دیگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرف ندا را از دل بکشد طرف راستا بُرد و لفظ شیخ را در دل ضرب کند " ۱؎

حضرت سیّدی نور الدین عبد الرحمٰن مولانا جامی قدس سرّہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرّہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روح اللہ روحہ نے قریب انتقال ارشاد فرمایا :-

" از رفتن من غمناک مشوید کہ نور منصور رحمہ اللہ تعالےٰ بعد از صد و پنجاہ سال بر روح شیخ فرید الدین عطّار رحمہ اللہ تعالےٰ تجلّی کردہ مرشدِ او شد "

اور فرمایا :-

" در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا مُمِدّ باشم در ہر لباسے کہ باشم "

اور فرمایا :" در عالم مارا دو تعلق ست یکے بہ بدن و یکے بشما و چوں بہ عنایت حق سبحانہ

۱؎ شاہ عبد الحق محدث دہلوی : اخبار الاخیار مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند ص ۳۰۵

ولتعالےٰ فرد و مجرد شوم و عالم تجرید و تفرید روئے نماید آں تعلق نیز از آں شما خواہد بود"۔[1]

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں :۔

وَصَلَّی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ

وَیَا خَیْرَ مَأْمُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاھِبٖ

وَیَا خَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ

وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبٖ

وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ ھُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ

اِذَا اَنْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبٖ

اور خود اس کی شرح و ترجمہ میں کہتے ہیں :۔

"(فصل یازدہم) در ابتہال بجناب آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالےٰ اے بہترین خلقِ خدا ! و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود ! اے بہترین عطا کنندہ و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالۂ مصیبتے و اَے بہترین کسیکہ سخاوت او زیادہ است از باراں ! بارہا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندۂ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتے کہ بخلاند در دل بدترین چنگال ہا"۔ ملخصاً[2]

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں :۔

"ذکر بعض حوادثِ زماں کہ دراں حوادث لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم"۔[3]

اسی کی فصلِ اوّل میں لکھتے ہیں :۔

"بہ نظر نمے آید مرا مگر آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن

---

[1] عبدالرحمن جامی، مولانا : نفحات الانس (اردو) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ص ۷۰۲

[2] ولی اللہ محدثِ دہلوی، شاہ : اطیب النغم (مجتبائی دہلی) ص ۲۲

[3] ایضاً ص ۲

اندوہگین ست درہر شدتے [۱]

یہی شاہ صاحب مدحیہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں ؎

یُنَادِیْ ضَارِعًا بِخُضُوْعِ قَلْبٍ وَذُلٍّ وَّابْتِهَالٍ وَّالْتِجَاءٖ

رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا نَوَالَكَ اَبْتَغِیْ یَوْمَ الْقَضَاءٖ

اِذَا مَا حَلَّ خَطْبٌ مُّدْلَهِمٌّ فَاَنْتَ الْحِصْنُ مِنْ كُلِّ الْبَلَاءٖ

اِلَیْكَ تَوَجُّهِیْ وَبِكَ اسْتِنَادِیْ وَفِیْكَ مَطَامِعِیْ وَبِكَ ارْتِجَائِیْ

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں :-

"(فصل ششم) در مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات و التسلیمات، ندا کند زار وخوار شدہ بشکستگیٔ دل واظہارِ بے قدریٔ خود بہ اخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا اے بہترینِ مخلوقات عطائے ترا مے خواہم روز فیصل کردن، وقتے کہ فرود آید کارِ عظیم درغایتِ تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رُو آوردنِ من و بہ تست پناہ گرفتنِ من و در تست امید داشتنِ من اھ ملخصاً [۲]

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللّٰہ میں قضائے حاجت کے لئے ایک

---

[۱] شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی : اطیب النغم مطبوعہ مجتبائی، دہلی ص ۴

[۲] ایضاً : مطبع مجتبائی ص ۳۲

[۳] نوٹ : الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں سلاسلِ طریقت بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں فقہ و حدیث کی سندیں بیان کی گئی ہیں، دوسرا حصہ مکتبہ سلفیہ، لاہور نے وصّاف النبیہ کے نام سے شائع کیا تھا، ناشر نے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ اس حصہ کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالباً یہ حوالہ اسی "غیر ضروری" حصہ میں قلم زد ہو گیا ہے ۱۲ شرف قادری

ختم کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں :-

"اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود و بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شَیْئاً لِلّٰہِ یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرِ جِیْلَانِی"

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور ان کے شیخ و استاذِ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدّتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور اُن کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنہیں انتباہ میں "شیخ معمر ثقہ" کہا اور اعیانِ مشائخ طریقت سے گنا اور اُن کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبد الملک اور اُن کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سیّد صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری۔

یہ سب اکابر ناد علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیہ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ انہار الانوار و حَیَاۃُ الْمَوَاتِ فِی بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرتِ ارفع و اعلیٰ امام العلماء نظام الاولیاء حضرت سیّدی احمد زرّوق مغربی قدس سرہ استاذ امام شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدح عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدالِ سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں، شریعت و حقیقت کے جامع با وصف علوِّ باطن ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں،

اکابر علماء فخر کرتے تھے کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں یہاں تک کہ لکھا :-

"بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ کمالِ اُو فوق الذکر است"

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام پاک سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں ؎

اَنَا لِمُرِیْدِیْ جَامِعٌ لِّشَتَاتِہٖ ۔۔۔ اِذَا مَاسَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَکْبَۃٍ

وَاِنْ کُنْتَ فِیْ ضِیْقٍ وَّکَرْبٍ وَّوَحْشَۃٍ ۔۔۔ فَنَادِ بِیَا زَرُّوْقُ اٰتِ بِسُرْعَۃٍ [۱]

یعنی " میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدّی کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق! میں فوراً آموجود ہوں گا "

علّامہ زیادی پھر علّامہ اجہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ پھر علّامہ داؤدی محشی شرحِ منہج پھر علّامہ شامی صاحبِ رد المحتار حاشیہ درِ مختار گم شدہ چیز ملنے کے لئے فرماتے ہیں کہ بلندی پر جا کر حضرت سیّدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر انہیں ندا کرے کہ یا سیّدی احمد یا ابن علوان ۔ شامی [۲] مشہور و معروف کتاب ہے ، فقیر نے اس کے حاشیہ کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے ہامشِ تکملہ پر ذکر کی ۔

غرض یہ صحابۂ کرام سے اس وقت تک کے اس قدر ائمہ و اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کئے ۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیئے کہ عثمان بن حنیف و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لیکر شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں ؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا اور بے دھڑک ان سب

---

[۱] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی : بستان المحدثین ۔۔۔ مطبوعہ سعید کمپنی ، کراچی ۔۔۔ ص ۳۲۵

[۲] ابن عابدین الشامی ، علامہ : رد المحتار ۔۔۔ مطبوعہ مطبع دار الکتب العربیۃ الکبری ، مصر ج ۲ ص ۳۵۵

کفر وشرک کا فتوٰے جاری کریں تو اُن سے اتنا کہئے کہ اللہ تمہیں ہدایت کرے ذرا آنکھیں کھولکر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کچھ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور جان لیجئے کہ جس مذہب کی بناء پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں وہ مذہب خدا و رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے اور بہت ائمۂ دین نے مطلقاً اس پر فتوٰے دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ اَلنَّہْیُ الْاَکِیْدُ عَنِ الصَّلٰوۃِ وَرَآءَ عِدَی التَّقْلِیْدِ میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ و یاعلی و یاحسین و یاغوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں، خود کافر ہیں تو اُن پر لازم کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔ درِ مختار میں ہے مَافِیْہِ خِلَافٌ یُؤْمَرُ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَۃِ وَتَجْدِیْدِ النِّکَاحِ۔

فائدہ:۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے 'التحیات' ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے عرض کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ "سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں"۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود اُن لفظوں کی ادا ہے نہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ندا، حاشا وکلا شریعت مطہرہ نے نماز میں کوئی ذکر ایسا نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنے مراد نہ ہوں، نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُهٗ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں۔ فتاوٰی عالمگیری میں شرح قدوری سے ہے:۔

لَابُدَّ اَنْ یَّقْصُدَ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِیَهَا الَّتِیْ وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللّٰہَ تَعَالٰی وَ یُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَعَلٰی اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی [1]

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں ہے:۔

(وَیَقْصُدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ) مَعَانِیَهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰی وَجْهِ (الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللّٰہَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ (لَا الْاِخْبَارِ) عَنْ ذٰلِكَ ذَكَرَهٗ فِی الْمُجْتَبٰی [2]

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:۔

یَقْصُدُ مَعَانِیَهٗ مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰی اَنَّهٗ یُنْشِئُهَا تَحِیَّةً وَّسَلَامًا مِّنْهُ [3]

اسی طرح بہت علماء نے تصریح فرمائی، اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گڑھتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے پر ملائکہ مقرر ہیں تو اُن میں ندا جائز اور ان کے ماورا میں ناجائز حالانکہ یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، قطع نظر بہت اعتراضوں سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں، ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صرف درود وسلام ہی نہیں بلکہ امت کے تمام اقوال وافعال واعمال روزانہ دو وقت سرکارِ عرش وقار حضور سیّد الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کئے جاتے ہیں۔ احادیثِ کثیرہ میں تصریح ہے کہ مطلقاً اعمالِ حسنہ وسیّئہ سب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور یونہی تمام

---

[1] فتاوٰی عالمگیری — مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور — ج۱ — ص ۷۲

[2] تنویر الابصار مع دُرّ ورد المحتار — مطبوعہ بیروت — ج۱ — ص ۳۴۲

محمد عبد الباقی زرقانی — شرح مواہب اللدنیہ — مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت — ج۵ — ص ۳۳۷

[3] حسن شرنبلالی، علامہ: مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی (مطبعۃ الازہریہ، مصر) ص ۱۶۵

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور والدین واعزا و اقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ سلطنت المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں وہ سب حدیثیں جمع کیں، یہاں اسی قدر بس ہے کہ امامِ اجل عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرت سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَ تُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَّعَشِیًّا فَیَعْرِفُہُمْ بِسِیْمَاہُمْ وَاَعْمَالِہِمْ [1]

یعنی "کوئی دن ایسا نہیں جس میں سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمّت ہر صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں تو حضور کا اپنے اُمّتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے۔" (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وشرّف وکرّم)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتابِ مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لئے اسی قدر وافی اور خدا ہدایت دے تو ایک حرف کافی۔

اِکْفِنَا شَرَّ الْمُضِلِّیْنَ یَا کَافِیْ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ الشَّافِیْ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ حُمَاۃِ الدِّیْنِ الصَّافِی اٰمِیْن وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سُنّی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

---

[1] محمد عبدالباقی زرقانی، امام : شرح مواہب اللدنیہ (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۵ ص ۳۳۷